عصرِ حاضر میں اجتہاد

حائل رکاوٹیں اور حل کے لیے تجاویز

ندیم بن صدیق اسلمی

فاضل انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد
(بانی ادارہ سراج منیر)

سراج منیر پبلیکیشنز
(گجرات، پاکستان)

عصرِ حاضر میں اجتہاد

حائل رکاوٹیں اور حل کے لیے تجاویز

ندیم بن صدیق اسلمی

فاضل انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

(بانی ادارہ سراج منیر)

سراج منیر پبلیکیشنز (گجرات، پاکستان)

فہرست

تصنیف: عصر حاضر میں اجتہاد

(حائل رکاوٹیں اور حل کے لیے تجاویز)

مصنف: ندیم بن صدیق اسلمی

بانی ادارہ سراج منیر

ڈیزائنگ: فیصل نوید گلیانوی

اشاعت: جون، 2015 , قیمت: 60روپے

الانتساب

اس کاوش کو اپنے شیخ، مرشد کامل حضور قطب الاولیاء خواجہ

پیر محمد اسلم قادری فاضلی رحمۃ اللہ علیہ

اور

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء حضور شیخ الحدیث

حافظ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ **محدث سیالکوٹی** اور

اپنے پیارے والدین

سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

عصرِ حاضر میں اجتہاد کی ضرورت واہمیت

الحمد للہ الذی ھدانا الصراط المستقیم و وفقھنا فی الدین والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد الذی اھدانا صراطا مسقیما و طلب لنا من اللہ التفقہ فی الدین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔اما بعد

دنیا کے احوال و مصالح تغیر پذیر ہیں،ایجادات کی دنیا نے انقلاب برپا کرر کھا ہے جہاں سہولیات کا دور دورہ ہے وہاں جرائم کا بھی انبار ہے،ہر شعبہ ترقی یافتہ بنتا جارہا ہے،مہینوں کا سفر گھنٹوں میں ہونے لگا ،طرق اسفار ،طرق جنگ و جدل ،بین الاقوامی امور و تعلقات ،معاملات تجارت ،پیغام رسانی کے ذرائع،جدید تہذیبی کروٹ،مسلمانوں کے موجودہ احوال،یہودونصاری کی مسلم دنیا کے خلاف ظلم وستم کی آنکھ مچولیاں، نئی مشینری کا استعمال،گویا کہ زمان ومکان میں تغیر و تبدل نت نئے پیش آمدہ مسائل کا تقاضا کررہا ہے یہاں تک کہ پوری دنیا گلوبل ویلج (Global Village) بن چکی ہے،ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن وسنت اور مجتہدین کے اجتہادات کی روشنی میں ان تمام تر احوال و مصالح اور زمانی ومکانی تغیر و تبدل کے تقاضوں کے مطابق مسائل کا حل پیش کیا جائے تا کہ اسلام ہر عہد کی ضرورت کے طور پر متعارف ہو اور لوگوں کو ان کے مسائل کا بآسانی حل مل سکے،اس لیے اسلام نے جو اصول دیے ہیں ان میں سے ایک اجتہاد ہے جس کے ذریعے سے نت نئے مسائل کا حل دریافت کیا جا سکتا ہے،اس صورت میں اجتہاد بہت زیادہ ضرورت واہمیت کا حامل ہے۔ذیل میں اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو بیان کیا جائے گا تا کہ اس کے اثبات و نفی کا فہم حاصل کیا جا سکے۔

اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ اجتہاد کے فوائد و ثمرات

۲۔ راہ اجتہاد سے فرار کے نقصانات

اجتہاد کے فوائد و ثمرات

ارادہ خداوندی کی صحیح پہچان کا ذریعہ

اللہ تعالی علیم و حکیم ہے جو تمام حکمتوں کا خالق ہے اس نے اپنی حکمتوں اور نعمتوں کی ترجمانی کے لیے انسان میں عقل ودیعت کی تاکہ وہ مسائل و معاملات کو نصوص شرعیہ پر قیاس کر سکے، ہر آنے والے زمانہ کے لوگوں کو اس کی حقیقت و اصلیت، مقاصد و مفاہیم سے آگاہ کر سکے، ہر معاملہ میں پہچان کرائے، انسانیت کو حیوانیت کے دائرہ سے دور رکھے، صحیح و سقیم کے درمیان فرق کرے اور کلام الٰہی میں غوطہ زنی سے جواہر تلاش کر کے لڑی کی شکل میں پرو کر عوام الناس کے سامنے رکھے، اور خالق حقیقی کی تعلیمات کی ایسی ترجمانی کرے کہ اصول پر گہری نظر سے فروع کی صحیح پہچان کروا سکے۔ جب ایسا ہو گا تو خالق حقیقی کی تعلیمات کی صحیح ترجمانی ہو گی۔

اصول شرع کا ترجمان و شارح

اجتہاد (قیاس) کے علاوہ اصول شرع تین ہیں، کتاب و سنت اور اجماع، ان اصول شرع کا حسن اجتہاد میں ظاہر ہوتا ہے، کئی مقامات پر نصوص کی صحیح تفہیم یا احکامات میں تطبیق اجتہاد کے رہین منت ہی ہے جس طرح ثلاثۃ قروء میں احناف قروء سے حیض اور شوافع طہر مراد لیتے ہیں حالانکہ نص میں اس (حیض و طہر) کا مفہوم واضح نہیں ہے، اجتہاد کے ذریعہ سے ہی اس کا فہم حاصل کیا گیا ہے اسی طرح

قرآن و سنت کی ترجمانی میں مسائل کو حل کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یہ طریقہ اپنانے کا حکم دیا۔اس کی وجہ مکان کی تبدیلی تھی کیونکہ یمن میں حجاز کی بہ نسبت کئی مسائل مختلف تھے سو وہاں کے لیے آپ نے اجتہاد کی اجازت فرمائی تاکہ اجتہاد کے ذریعہ قرآن و سنت کی تفسیر و تشریح اور صحیح ترجمانی کی جاسکے اور قرآن و سنت کے بحرِ بے کراں میں غوطہ زن ہو کر علمی موتی و جواہر تلاش کیے جاسکیں۔

ذیل میں اجتہاد کے اصول ثلاثہ کے ترجمان اور شارح ہونے کی مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

قرآن مجید سے اجتہاد کی مثال

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ولا تقربوھن حتی یطھرن ۔(۱)**

ترجمہ: اور تم پاکی سے پہلے عورتوں کے قریب نہ جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں حالت حیض میں مرد کے عورت کے قریب جانے (جماع) کی ممانعت ہے، جس طرح مرد کے لیے عورت کے (حالت حیض میں) قریب جانا حرام ہے اسی طرح لواطت بھی حرام ہے اور لواطت کی حرمت کو حالت حیض میں جماع کی حرمت پر قیاس کیا گیا ہے، اس میں مجتہدین نے علت اذی (گندگی و ناپاکی) بتائی ہے۔

حدیث سے اجتہاد کی مثال

رسول اللہ ﷺ نے دائرہ سود کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل یدا بید فمن زاد او استزاد فقد اربی الآخذ والمعطی فیہ سواء ۔(۲)

ترجمہ: سونا سونے، چاندی چاندی، گندم گندم، جو جو، کھجور کھجور، نمک نمک کے بدلے میں برابر برابر، ہاتھ وہاتھ پس جس نے زیادتی کی طلب کی تو اس نے سود کمایا اور لینے اور دینے والے برابر ہیں۔

اس میں رسول اللہ ﷺ نے چھ چیزوں میں زیادتی کو سود قرار دیا مگر باجرہ، جوار، مختلف بیج، اخروٹ، کشمش وغیرہ میں سود کا کوئی بیان نہیں، اب ان اشیاء میں سود کیسے ثابت کیا جائے گا اجتہاد کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے اور اس اجتہاد کا راستہ خود رسول اللہ ﷺ نے حدیث کے ذریعہ سے بیان فرمایا ہے۔

حدیث میں ذکر کردہ اشیاء اصل ہیں اور یہ اشیاء فرع ہیں اور ان میں علت جنس اور قدر ہے۔

اجماع سے اجتہاد کی مثال

اس بات پر اجماع ہے کہ: وہ لونڈی جس کے ساتھ آقا نے وطیء کی ہو اس کی ماں اس (آقا) پر حرام ہے اسی طرح جس عورت سے زنا کیا ہو اس کی ماں بھی حرام ہے۔ اس میں علت جزئیت اور بعضیت ہے۔

ہر زمانہ کی کروٹ سے امید کی ایک نئی کرن

حالات و زمانہ کی تبدیلی امر مسلم ہے کچھ عرصہ گذرنے کے بعد تبدیلی کا آغاز ہو جاتا ہے اور یہ تبدیلی چاہے مکانی ہو یا زمانی سب اس کا مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں اور سب کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص تغیر زمانی و مکانی کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ مشاہداتی دنیا کا مجرم قرار پائے گا کیونکہ وہ چڑھتے سورج کا انکاری ہے اور اصحاب کہف کی طرح زمانہ کے حالات و واقعات اور زبان و سکہ سے ناواقف ہے، حالانکہ یہ بات قطعی ہے کہ اسلام میں وسعت کا تصور پایا جاتا ہے۔

جس طرح اللہ تعالی نے فرمایا:

والسماء بنینها باید وانا لموسعون۔(۳)

ترجمہ :اور آسمان کو ہم نے ہی اپنی قدرت سے بنایا اور ہم ہی اس کو وسیع کرنے والے ہیں۔
جیسے جیسے تغیر آئے گا ساتھ ہی تبدیلی آئے گی ورنہ اسلام کا تصورِ وسعت محدود تصور کیا جائے گا۔
اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ مختلف ممالک کے مختلف وسائل و مسائل ہیں پاکستان کے اور ہیں اور سرزمین حجاز کے اور۔ عرب دنیا کے اور ہیں اور مغربی دنیا کے اور ہیں، رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں جزیرہ عرب تک وسعت تھی اور خلفاء راشدین کے عہد میں کئی علاقہ جات اور ممالک اسلامی مملکت کے زیر نگیں آ گئے پھر بعد کے حاکمین اسلام کی جد جہد سے اسلام دور دور تک پھیل گیا جس سے نئے واقعات کے ساتھ پیش آمدہ مسائل کا انبار لگ گیا۔اس صورت میں مسائل کا وحی الٰہی سے ثابت شدہ احکامات اور اصول و قوانین کی روشنی میں پوری جد وجہد سے حل نکالنا اور لوگوں کی مشکلات کو دور کرنا اجتہاد کے ذریعے سے ممکن ہے اور مخالفین اسلام کے نئے نئے اعتراضات کا علمی و فکری دفاع، قرآن و سنت اور باقی علوم اسلامیہ کی روشنی میں یونانی فلسفہ کو اجتہاد اور جد و جہد کے ذریعے سے چار چاند لگانا، مغربی یلغار کا تعلیمات اسلامیہ اور رجال اسلامی کے آگے ڈھیر ہو جانا اور فکر و عمل میں ایک عظیم انقلاب برپا ہونا یہ سب اجتہاد کے مرہون منت ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام تعلیمات، قرآن و سنت میں موجود ہیں مگر اس علم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر جواہر نکالنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔
یہی وجہ ہے کہ یہ ذمہ داری مجتہدین کو سونپی گئی ہے کہ وہ ہر زمانہ میں پیش آنے والے مسائل کا حل دریافت کر کے فروع کو اصول سے نکال کر امید کی ایک نئی کرن پیدا کریں۔
زمانہ کی کروٹ کو موسم کی کروٹ پر بطور نظیر یوں پیش کیا جا سکتا ہے کہ طبیب جب بھی مریض کا علاج کرتا ہے تو موسم اور حالات و واقعات کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے طبیب صرف یہ اندازے نہیں لگاتا کہ پہلے

لوگوں کو جس وجہ سے تکالیف و مصائب اور بیماریوں کا سامنا تھا شاید اب بھی وہ ہی وجہ ہو بلکہ وہ مزاجِ انسانی کو کروٹِ موسم پر پرکھ کر دیکھے گا (سردیوں کا موسم ہے یا گرمیوں کا) پھر دوا تجویز کرے گا یوں ہی مجتہد کروٹ زمانہ کا خیال کرتے ہوئے مسائل کا حل تلاش کرتا ہے اس لیے نئے مسائل کے حل کے لیے کسی مجتہد کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے تاکہ وہ حالات و واقعات اور زمانہ کا خیال کرتے ہوئے قرآن و سنت کے سمندر میں غوطہ زنی کرکے متلاشیان مسائل کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔

اسلام کا عظیم راہنما اور رکن

اجتہاد اسلام کا رکن ہے رسول اللہ ﷺ نے خود اس کو اسلام کا رکن اور درپیش مسائل کے لیے راہنما قرار دیا ہے، اور صحابہ کرام میں سے قاضیان و مفتیانِ کرام کو باقاعدہ درسِ اجتہاد دیا تاکہ وہ اس راہِ اجتہاد کو اپنائیں اور پیش آمدہ مسائل کے حل میں کردار ادا کریں حتی کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اپنی موجودگی میں اجتہاد کا حکم فرمایا، کئی صحابہ کرام علیھم الرضوان نے آپ کے سامنے اجتہاد کر کے مسائل کا حل پیش کیا تو آپ نے اسے جاری رکھنے کا حکم فرمایا، عہد خلفاء راشدین اس کی زندہ مثال ہے حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنھم کی مشاورت اور اجتہادی فیصلوں کو اہمیت دی گئی۔ دیگر صحابہ و تابعین نے بھی زمان و مکان کو ملحوظ خاطر رکھ کر اجتہاد فرمایا اور یہ سلسلہ عہد رسالت سے آج تک کبھی رکا نہیں، نیز آئمہ مجتہدین کی محنت شاقہ سے اجتہاد کی مزید راہیں کھل گئیں، اس چشمہ علم و حکمت سے تمام علماء و فقہاء اور عوام سیر اب ہوئے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اجتہاد کو اسلامی مسائل کے حل کے لیے رکن اور راہنما کی حیثیت دی گئی ہے۔

علوم اسلامیہ اجتہاد کے مرہون منت ہیں

جتنے بھی علوم اسلامیہ ہیں وہ اصول شرع کی روشنی میں اجتہاد کے ذریعے سے اخذ کیے گئے ہیں ،جس طرح علوم القران، مصطلح الحدیث، اصول الفقہ الاسلامی،علوم سیرت،علوم تاریخ،وغیرہ، آج جو کچھ بھی قرآن و سنت کی گہرائیوں، عمیق و دقیق ذخائر و خزائن پر جزئیات اور اشباہ و نظائر کو منطبق کر کے علوم اسلامیہ کو سیرابی حاصل ہوئی وہ اجتہاد کے مرہون منت ہے،ورنہ قرآن و سنت کی تفہیم ہی ناقابل فہم ہوتی، علوم اسلامیہ کی رفعت و منزلت اور مقبولیت اکے سر پر اجتہاد کا سہرا ہے، ورنہ علم الناسخ و المنسوخ،اعجاز قرانی، ربط و سور و آیات، غرائب القرآن، اصطلاحات قرآنی، علم اسماء الرجال، مصطلح الحدیث، علم التخریج، حدیث کی حجیتی، قانونی و آئینی حیثیت، غریب الحدیث،عام و خاص، مشترک و مؤول، حقیقت و مجاز، امر و نہی، ظاہر و نص و مفسر و محکم، خفی و مجمل و مشکل و متشابہ، عبارۃ النص و دلالۃ النص و اقتضاء النص و اشارۃ النص، مطالعہ سیرت، مناہج سیرت، کلامیات سیرت، فقہیات سیرت، مطالعہ تاریخ اسلامیہ، اہمیت و افادیت تاریخ، عمرانیات و اصول عمرانیات وغیرہ تک رسائی کیسے ممکن ہوتی، ان علوم کی تفصیل قرآن و سنت میں ظاہراً موجود نہیں ہے لیکن بذریعہ اجتہاد اسی چشمہ سے فیض یاب ہیں۔

اجتہاد فقہ اسلامی کے وجود کا سبب

مسلم دنیا غالباچار آئمہ کرام کی اتباع میں صحیح سمت کا انتخاب کیے ہوئے صراط مستقیم پر گامزن ہیں،ان آئمہ کرام کے اجتہاد کے نتیجہ میں چار فقہ کی ہی بھول بھلیاں نظر آتی ہیں، جن میں فقہ حنفی ،مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں ان کے متبعین کو احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کہا جاتا ہے دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں ان ہی کے ماتحت عدالتیں اور قوانین چل رہے ہیں، مسلم دنیا کی اکثر آبادی میں فقہ حنفی سے اخذ کردہ مسائل کا نفاذ ہے اور باقی ممالک میں مالکی و شافعی اور حنبلی وغیرہ ہیں،اور ان چاروں فقہ کا وجود اجتہاد کے ذریعہ سے ہی ہے، آئمہ کرام نے قرآن و سنت اور اجماع سے اصول و قوانین اخذ کیے پھر ان اصول و قوانین کے ذریعہ سے مسائل کا حل پیش کیا اور نئے پیش آمدہ مسائل میں اسلام کی روح پھونکی۔

اجتہاد علم کی بقاء ہے

اجتہاد کا وجود چشمہائے علم سے سیرابی کا موجب ہے اگر اجتہادی کاوشیں عدمِ تسلسل کا شکار ہو جائیں تو آثارِ علم کی حفاظت نہیں ہوسکتی،یہی وجہ ہے کہ جو قومیں جمود کا شکار ہیں ان کا مستقبل تاریک ہے کیونکہ وہ اپنی حیات کے لیے نئے راستے متعین کرنے سے قاصر و محروم ہیں، متلاشیان علم ہی اپنے روشن مستقبل کا صحیح انتخاب کرسکتے ہیں ورنہ اجتہاد نہ ہو گا تو بابِ وسعتِ علم بند ہو جائے گا۔

امام ماوردی فرماتے ہیں:

ان اثارة العلم الاجتهاد۔(۴)

ترجمہ :بے شک علم کی بقاء اجتہاد سے ہے۔

تاریک احوال ماضیہ کے آئینہ میں روشن تصویر حال واستقبال

اگر اوراقِ تاریخ پر سرسری نظر ڈالی جائے تو معنی خیزی کے سمندر اُمڈ آتے ہیں ایک طرف عہدِ ظلمت و جہالت اور دوسری طرف اسلامی عہدِ رشد و ہدایت، تاریکی کے اس دور میں جب علمی و روحانی سمندر کی لہریں دوڑیں تو ماضی کے ظلمت و جہالت کے بادل چھٹ گئے اور رشد و ہدایت کا موسم صاف و شفاف ہوا گویا کہ ایک تاریک قصہء ماضی کا سدِباب ہوا اور مستقبل کے وسیع و عریض باب کا آغاز ہوا یا یوں کہہ لیجیے کہ تاریک احوالِ ماضیہ کے آئینہ میں روشن تصویرِ حال و استقبال نظر آنے لگی اس میں کوئی شک نہیں کہ آج بھی بعض معاملات میں اسی تاریکی کے آثار نمودار ہوتے ہیں چاہے وہ تاریکی روحانی ہو یا مادی اس کا حل اصول اربعہ میں موجود ہے قرآن و سنت اور اجماع کے بعد ہر دور کو ایک نئی امنگ سے وابستہ کرنے والا رکن و مأخذ شریعت ہے جسے اجتہاد کہا جاتا ہے۔خیال رہے جو زمانہ اپنی وسعتوں کے سبب تعلیماتِ قرآن و سنت کی محتاجی محسوس کرتا ہے اور ہر کروٹ پر کسی نئی امید و کرن کا طلبگار ہوتا ہے۔اجتہاد کی وسعتیں اسے اپنے وسیع دامن میں جگہ دے کر اس کی شدت پیاس کو بجھاتی ہیں اور قرآن وسنت کی لامحدود تعلیمات کو نکھار کر پیش کرتی ہیں جس سے ہر دور میں ایک روشن و منور راہ ملتی ہے تب تاریک مستقبل کا تصور حدِ اختتام کو پہنچ کر روشن مستقبل کی نوید سناتا ہے۔

مندرج بالا بحث میں اجتہاد کے فوائد و ثمرات پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ اجتہاد کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کی ضرورت کا بھی اندازہ لگایا جاسکے۔ جب ہم نے یہ سمجھا کہ ہر زمان و مکان، ہر نئی کرن کی امید، تمام علوم اسلامیہ اور علم کی بقاء اجتہاد کے رہین منت ہے تو ہمیں اس بات کا ضرور احساس ہوا کہ اجتہاد جہاں اتنی اہمیت کا حامل ہے وہاں اتنی ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ ذیل میں چند ایسی وجوہات بیان کی جارہی ہیں جن کے سبب لوگ اتنی ضرورت و اہمیت کے حامل رکنِ اسلام (اجتہاد) سے راہ فرار اختیار کیے ہوئے ہیں اور اجتہاد جیسی نعمت سے خود کو محروم رکھے ہوئے ہیں۔

راہ اجتہاد سے فرار کے نقصانات

جہاں لوگ شب و روز کی محنت شاقہ سے اجتہادی مسائل میں غوطہ زن ہیں وہاں کچھ لوگ ہوا و ہوس کی پیروی، فکری و عقلی و عملی زوال، علم کے فقدان، محدود معاشی و معاشرتی زندگی کی قید، دائرہ تحقیق میں حد بندی، یا شریعت مطہرہ کے مسائل میں عدم دلچسپی کی وجہ سے اجتہاد سے راہ فرار اختیار کیے ہوئے۔ ایسے افراد کی ایسی صورت حال تشویش کن ہے اس لیے اس صورت حِال کا جائزہ لینے کے لیے ایسے لوگوں کے معاملات کو بیان کیا جارہا ہے۔

ہوا و ہوس کی پیروی اور خود پسندی کا رواج

اگر اجتہاد کی فیض رسانیاں اور خوشہ چینیاں رواں دواں نہ ہوتیں تو قرآن و حدیث میں ہر ایک کی من مانیاں ہوتیں، نہ مجتہدین کی شرائط اور نہ صاحبان عقل و دانش کی علمی گل فشانیاں، نہ علوم کا میزان اور نہ علمی و فکری کہکشائیاں ہوتیں، ہر کوئی وہ کرتا جو اس کا دل چاہتا، شریعت مطہرہ کو خواہشات نفسانی کے تابع کرنے کی کوشش کرتا، تب مذموم شیطانی مقاصد کا دور دورہ ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ ایسا ہرگز نہیں چاہتا، کیوں کہ حاکمیت اعلیٰ ازلی و ابدی ہے، ایسا ممکن نہیں کہ اس کے قوانین میں کوئی اپنی رضا کی خاطر تبدیلی کر دے، اجتہاد ایک تحقیقی ترازو ہے جس میں عدل کی فضا قائم ہے۔ اس پیمانہ کے ہوتے ہوئے کسی پیمانے کی اہمیت نہیں، پیمانہ قانون اسلامی کے تحت تمام معاملات طے پاتے ہیں، اس لیے اجتہاد ہوا و ہوس کے تابع نہیں، اجتہاد کے ہوا و ہوس اور خود پسندی کے تابع نہ ہونے کی دلیل تو اجتہاد کی شرائط سے ہی مل جاتی ہے کیونکہ مجتہد کا متقی یعنی خواہشات نفس سے ماوراء ہونا ضروری ہے، جب تقوی اور اصول شرح میں بالغ نظری کا اجتماع ہوتا ہے تو نتیجہ بڑا صاف و شفاف ہوتا ہے۔ جہاں نہ تقوی ہو نہ بالغ نظری، بس نفسانی ہوس و خواہشات کا غلبہ ہو تو نتیجہ من پرستی اور خود پسندی کے طور پر سامنے آتا ہے اسلام من پرستی و خود پسندی کے رواج کو ناپسند کرتا ہے۔ کئی مفکرین دائرہ اجتہاد کو لامتناہی سمجھ بیٹھے اور اس کا ناجائز فائدہ اٹھایا نہ اجتہاد کی شرائط کو ملحوظ رکھا نہ اس کے دائرہ کار کو، نہ اس کے مصادر اصلیہ کو نہ ضرورت اجتہاد کو، بس اپنی فکر کو عام کرنے کے لیے لفظ اجتہاد کا استعمال کیا۔ اس میں کوئی

شک نہیں کہ اجتہاد کے سوا اسلامی نظام کی روح بیدار نہیں رہ سکتی لیکن ایسا اجتہاد جو حدودِ قانون اسلامی کو پار کرے اس سے اسلام کی روح بیدار ہونے کی بجائے حالت خفتگی میں چلی جائے گی سو ہر چیز کا ایک دائرہ کار ہے اس سے کسی کو پھلانگنے کی اجازت نہیں دی جاتی اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ اپنے سمیت عوام الناس کو گمراہ کن فکر سے آگاہ کرنا ہے اس لیے اجتہاد کو اصل رابع مان کر اسی کی شرائط کو بجالایا جائے۔

امام شاطبی فرماتے ہیں:

فاما ان یترک الناس فیھا مع اھواءھم او ینظر فیھا بغیر اجتہاد شرعی وھو ایضا اتباع للھوی وذلک کلہ فساد۔(۵)

ترجمہ :اگر لوگوں کو حادثات کی صورت میں یوں ہی چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی مرضی کریں اور اجتہاد شرعی کے بغیر تکے لگائیں تو یہ بھی خواہشات نفس ہیں جو فساد کا باعث ہیں۔

فکری وعقلی اور عملی زوال

اسلامی تعلیمات میں غور و فکر اور تدبر کی طرف بار بار رغبت دلائی گئی، کبھی

(افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا) ۔

ترجمہ: کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے ہیں۔

اور کبھی (افلا یتفکرون) یعنی جن کے دلوں پر مہریں ہوں ان میں ملکہ تدبر کامل نہیں ہوتا اس لیے وسیع القلب و وسیع الظرف لوگوں کو تدبر کا حکم دیا جارہا ہے ،انسانی نشو و نما اور ارتقائیت کے لیے فکری و عقلی بساط ضروری ہے بصورت دیگر جمود اور جمود کی صورت میں انحطاط و زوال پذیری آئے گی ،کیونکہ اطراف و اکنافِ عالم تغیر و تبدل کو قبول کرتے ہیں ،جب حالات و زمانہ اپنی جمودیت و محدودیت کی بجائے حرکت و تبدیلی کی جانب راہ رو ہو تو انسان کا تصورِ جمودیت حالات وزمانہ کی مخالف سمت میں ہو گا جس کا نتیجہ جمودیت و محدودیت کا خاتمہ ہو گا،اس لیے تغیر زمانی ومکانی کے ساتھ تغیر فکر و عقل کا ہونالا محالہ ہے ،ورنہ دونوں کا عدمِ امتزاج غیر یقینی صورت حال پیدا کر دے گا،جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نہ انسان حالات وزمانہ کے لیے ہے اور نہ حالات وزمانہ انسان کے لیے ہے۔

ایسی صورت میں انسانی ارتقائی منازل کا تصور فوت ہو جائے گا،اور انسان حیوانات کی سی زندگی گزار کر دار فانی سے ناکام رخصت ہونے پر مجبور ہو گا،اس لیے انسان کو اپنی فکری و عقلی اور عملی زوال سے بچاؤ کے لیے فکر و عقل کو راہ عروج پر گامزن کرنا ہو گا،جو نت نئی تحقیقات اور نئے افکار سے ہی ممکن ہے۔اجتہاد کی طرف کمی کے رجحان کا سبب ذہنی و فکری لاشعوری ہے،جب انسان عقل و دانش گاہی کے حصول کے لیے کوشاں ہو گا تو کامیابی اس کی منزل ہو گی۔جب حصولِ مقاصدِ فکریہ میں کامیاب ہو جائے گا تو عملی راہ بھی اس کے لیے آسان ہو جائے گی ورنہ اس کی عملی صورت تاریک ہو گی کیونکہ اس کا نظریہ ابھی تک ڈگمگا رہا ہے جب نظریات ڈگمگا رہے ہوں تو راہیں متزلزل ہوتی ہیں جب راہیں متزلزل ہوں تو

منزل تک رسائی آسان نہیں رہتی کسی وقت بھی اس منزل کا مسافر ترکِ سفر کا ارادہ کر سکتا ہے پختگی اور ارادہ کی مضبوطی ہمیشہ فکری و عقلی پختگی کے ساتھ آتی ہے اگر فکری و عقلی پختگی نہ ہو گی تو عملی میدان کمزور تر ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ لوگ افکار کے متزلزل ہونے کے سبب راہ اجتہاد سے فرار اختیار کر جاتے ہیں۔

رجال میں علمیت کا فقدان

آج کچھ اجتہاد کے انکاری ہیں کہ وحی کے بعد اجتہاد کی ضرورت نہیں، اور کچھ رجال کے فقدان کو اجتہاد کے نہ ہونے کا سبب قرار دیتے ہیں حالانکہ ایسا ہر گز نہیں، اس بات کا احساس ضرور ہے کہ بعض محققین نے فکر معاش یا دیگر وجوہات کے سبب تفکر و تدبر میں عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے، مگر ایسا نہیں ہے کہ مفکرین و محققین اور مجتہدین کا فقدان ہے، بلکہ ہر زمانہ و عہد میں ایسے رجال پائے جاتے ہیں، جو اجتہادی قوت رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان کی طرف سے اجتہادی کاوش نہ ہونے کے برابر ہے، ظاہر ہے جب صاحبان استطاعت غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کریں گے تو علمیت کا فقدان خود بخود نظر آئے گا اب تو علماء و فقہاء سر توڑ محنت و کوشش سے کوسوں دور نظر آ رہے ہیں، جس سے بہت بڑا علمی انخلاء پیدا ہونے کا خطرہ ہے، کیونکہ العلم بالتکرار والمطالعۃ۔ (علم تکرار و مطالعہ سے آتا ہے) جتنی ذہن کو علمی حرکت دی جائے اتنی ہی اس کی مدت بڑھتی ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اجتہاد کا فقدان علمیت کے فقدان پر دال ہے جو لوگ اجتہادی کاوش کو بوجھ سمجھنے لگ پڑے ہیں وہ قرآن و

سنت سے بیگانگی اختیار کرنے میں پیش پیش ہیں کیونکہ وہ اپنی ذمہ داری نبھانے سے قاصر ہیں کون نہیں جانتا کہ علمی بقاء اور ذہنی صلاحیت کے لیے اجتہاد اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

معاشرتی و معاشی اور تہذیبی و تمدنی زندگی کا سدباب

انسانی بقاء و سلامتی کے لیے صرف روح کا کردار نہیں ہوتا بلکہ انسانی جسم کے ساتھ ساتھ، انسان معاشرہ و معیشت اور تہذیب و تمدن کا طلب گار ہوتا ہے ورنہ یہ دنیا بھی اس کے لیے عین قبر کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں نہ معاشرہ نہ معیشت اور نہ ہی تہذیب و تمدن، اسی لیے انسان معاشرہ و معیشت اور تہذیب و تمدن کا طالب ہوتا ہے، یہ بات بھی یقینی ہے کہ معاشرہ و معیشت اور تہذیب و تمدن حالات و زمانہ کے ساتھ کروٹ لیتے ہیں، جیسے ہی وقت یا حالات میں تبدیلی آتی ہے تو معاشرے بدل جاتے ہیں، معاشرہ کی تبدیلی سے مسائل بدلتے ہیں، مسائل کے بدلنے سے ایک نئی راہ کا تعین ہوتا ہے، جس کے لیے ایک نئی حکمت و فکر درکار ہوتی ہے، جس کے ذریعے تمام مسائل کا حل تلاش کیا جاتا ہے، اگر تغیرِ زمانی و مکانی کے ساتھ تغیرِ فکر کی ضرورت نہ ہوتی تو ماقبل ادیان سماویہ کے بعد اسلام کی ضرورت کیوں پڑتی، یہی وجہ ہے کہ حالات و زمانہ کی تبدیلی نئے مسائل کی متقاضی ہے ہاں یہ بات لازمی ہے کہ اسلام کی تعلیمات میں تغیر و تبدل نہیں لیکن اسلام نے جو طرق و راہیں متعین کی ہیں ان کے ذریعے نئے مسائل کی دریافت قابل حجت و عمل ہے، معاشرہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تعلیمات اسلام کی روشنی میں اجتہاد کے ذریعے نئی راہوں کا تعین عین اسلام ہے کیونکہ اجتہاد میں اسلامی قوانین کی مخالفت قابل تسلیم

نہیں، اسلامی تعلیمات میں نکھار پیدا کرنے کے لیے لازم و ضروری ہے کہ معاشرہ میں موجود مسائل اجتہاد کے ذریعے حل کیے جائیں ورنہ زندگی کے تمام شعبہ جات کے دروازے کھلنے کی بجائے بند ہو جائیں گے۔اور حیات انسانی محدود و مجبور ہو کر رہ جائے گی۔ہمارا سماج،ہماری معیشت،ہماری تجارت،ہماری مملکت،ہماری اسلامی رسوم ورواج میں اجتہاد ریڑھ کی ہدی کی حیثیت رکھتا ہے،بہت سے معاشی مسائل ایسے ہیں جن پر اجتہاد کی ابھی بھی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔کسی بھی قوم کے لیے معاشرہ و معیشت اور تہذیب و تمدن لازم و ضروری ہیں۔ ہمیشہ ان معاملات میں ارتقائیت کی ضرورت ہوتی ہیں ورنہ سب کچھ جامد ہو کر رہ جاتا ہے۔اگر معاشرہ و معیشت و تہذیب و تمدن کو پروان چڑھنا ہے تو نئ جہتوں کے تعین کے لیے اجتہاد کے دروازے پر دستک دینا ہو گی۔

علماء وفقہاء اور دائرہ تحقیق میں نقصانات

اجتہاد معاشرتی و سماجی،معاشی و عمرانی،اقتصادی و تجارتی،علمی و فکری،دینی وروحانی ارتقاء کے لیے ایک مضبوط سیڑھی ہے۔ہر انسان کا ان شعبہ ہائے زندگی سے واسطہ پڑتا ہے۔اور ان معاملات کی تفہیم و اصلاح ہی اسلام کا مقصد اولین ہے،یہ ذمہ داری اللہ تعالی نے عہدِ رسالت ﷺ کے بعد علماء وفقہاء کے سپرد کی ہے جس کو وہ قرآن و سنت کی روشنی میں پوری کریں گے اور لوگ ان معاملات کی تفہیم و اصلاح کے لیے مستنبطین کا اتباع کریں گے،لیکن اگر علماء وفقہاء اور محققین اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقے سے نہیں نبھاتے اور عوام الناس کو درپیش مسائل کی تفہیم میں ناقص کارکردگی دکھاتے ہیں یا درپیش مسائل

کا قرآن و سنت کی روشنی میں حل تلاش نہیں کر پاتے تو لوگ تعلیمات اسلام سے بیگانگی کے سبب باغی ہو جائیں گے اور تعلیمات اسلام کو ناقص تصور کریں گے جس کے نتیجہ میں علماء و فقہاء بھی اپنی رفعت و منزلت اور وقار کھو بیٹھیں گے جس کا نقصان یہ ہو گا کہ وہ معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلوانے سے معذرت کرے گا، لوگ نعوذ باللہ نہ اسلام نہ وارثین علوم نبوت کو معزز سمجھیں گے جس کے سبب دائرہ تحقیق دن بدن تنگ ہوتا چلا جائے گا۔ کسی بھی تحقیقی مرکز اور محققین کی طرف لوگ اس وقت رجوع کرتے ہیں جب ان کو اپنے مسائل کا حل ملتا ہے ورنہ لوگ درپیش مسائل کے حل کے لیے کوئی اور راہ متعین کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

علماء وفقہاء پر لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوں تاکہ لوگوں کے درپیش مسائل کا حل نکالیں اور حالات و زمانہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے آسان راہیں تلاش کر کے مشکلات سے نجات دلائیں تاکہ لوگ اسلامی تعلیمات کو اپنا حاجت روا تسلیم کریں اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگیاں آسانی گزار سکیں۔ اسلامی تعلیمات کا مقصد ہر نئے زمانہ کی تفہیم و اصلاح ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے افکار کی راہ کھولی ہیں۔اس کا مقصد علماء و فقہاء کے ذریعہ لوگوں کے لے آسانی کی راہیں ہموار کرنا ہے۔ آج بہت سے ایسے مسائل ہیں جو ابھی حل ہونا باقی ہیں اور اصحابِ دانش و فکر کو ان کی فکر تک نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کہنا بجا ہے کہ دائرہ تحقیق کی محدودیت اور نقصان کے ذمہ دار وہ فقہاء و علماء ہیں جو آرام پرستی یا سستی و کاہلی یا ضد کی بنا کر دائرہ اجتہاد کو محدود کیے ہوئے ہیں۔

مقاصد اسلام کی مخالفت

اسلامی احکامات تدریجاً نازل ہوئے جن میں حالات و زمانہ کو ملحوظ رکھا گیا جیسا موقع و محل پیش آیا ویسے ہی مسائل کی تعیین ہوئی۔ حکمِ نماز یا دیگر ارکان اسلام، حکم شراب یا باقی امتناعی احکامات میں اللہ تعالیٰ نے اسلوبِ تدریج کو ملحوظ رکھا ہے، اسی طرح ہر زمانہ کی رعایت کرتے ہوئے اسلام نے آسان راستے متعین کیے ہیں عہد رسالت تک وحی و اجتہاد پھر وحی کی تکمیل کے بعد اجتہاد کو متاخرین کے لیے شریعت مطہرہ کے مصادر میں شامل کر دیا تاکہ اجتہادی کاوشوں کے ذریعے اسلامی احکامات میں مخفی لعل و جواہر اور علمی امانتیں ہر زمانے کے مکینوں کے حوالے کر دی جائیں۔

اجتہاد جیسی دولت سے فائدہ نہ اٹھانے والے لوگ گویا کہ امانت میں خیانت اور تعلیمات اسلامیہ کو چھپانے میں مصروف و مشغول ہیں، جو شریعت کے مقاصد پر ڈاکہ زنی ہے۔ سستی و کاہلی سے بڑا بدلہ کسی سے کیا لیا جا سکتا ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی مخالفت ان بادشاہوں نے کی جنہوں نے خواہشات و نفسیات کے بل بوتے پر حکومتیں چلائیں اور اسلامی تشخص کو مجروح کیا۔ ان کی یہ ہٹ دھرمی بھی اسلام کی مخالفت سے کم نہیں تھی اسی طرح آج جو لوگ آرام پرست اور سست و غافل ہیں وہ بھی اس جرم میں شریک ہیں۔ اگر یہود و نصاریٰ نت نئی تحقیقات کے لیے تگ و دو کر سکتے ہیں تو مسلمانوں کو سستی و کاہلی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ اسلامی تعلیمات کا پرچار کرنا چاہیے۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات اور اس کے مقاصد سے اصل انسانی راہنمائی وابستہ ہے۔

مقاصد شریعت کی عدم پاسداری

اجتہادی کاوش میں رکاوٹ سے مقاصدِ شریعت کی عدم پاسداری کا اندیشہ ہے کیونکہ شریعت کے مقاصد لوگوں کے دین، جان، مال، عقل اور نسل کا تحفظ ہیں حالات و زمانہ کی تبدیلی سے لوگوں کے مقاصد میں بھی تبدیلی آ جاتی ہے۔ حالات کے تبدیل ہونے سے اگر حالات کے مطابق مسائل کا حل پیش نہ ہو سکے تو مقاصد شریعت سے استفادہ ممکن نہیں، جب استفادہ نہ ہو پائے گا تو شریعت کے مقاصد بے مقصد ہو جائیں گے۔ بالواسطہ قرآن و سنت کا فہم عام لوگوں کے بس کی بات نہیں، اگر وہ فہم حاصل کر بھی لیں تو عصر حاضر کے مسائل کو ان احکامات سے اخذ نہیں کر پائیں گے۔ جس کی وجہ سے یہ ذمہ داری فقہاء و علماء ہی کی ہو گی۔ عہد فاروقی میں قرآن و سنت سے کیا جانے والا استنباط جس میں حالات و زمانہ کا خاص خیال رکھا گیا، اجتہاد کے ذریعے سے ہر زمانہ میں پیش آمدہ مسائل کی زندہ مثال ہے، جس میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قحط سالی اور خوشحالی کے زمانہ میں فرق کیا، چور کے قحط سالی میں ہاتھ نہیں کاٹے حالانکہ قرآن کریم میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ آپ نے اس حکم قرآنی کی مخالفت نہیں بلکہ حالات وزمانہ کی رعایت کی ہے، حالانکہ چور کی سزا کے نفاذ کے بارے میں آپ کا فرمان بھی موجود ہے، اسی طرح وقتی طور پر کتابیہ سے نکاح اور تالیف قلب کے لیے زکوۃ دینے سے روکنا بھی اسی اجتہادی عمل کا حصہ ہے۔ ایسے حالات بھی ہوتے ہیں جن میں سزاؤں کا نفاذ نہیں ہو سکتا اسی طرح دارالحرب اور دارالاسلام میں سزاؤں کے تقرر و تعین میں موقع کی بابت فرق ہو گا، یونہی متقدم و متاخر

الاسلام کے درمیان احکامات کے نفاذ میں فرق ہو گا، ان تمام تر معاملات و احکامات کو قرآن و سنت پر قیاس کر کے لوگوں کے لیے آسانی کی راہیں تلاش کرنا ہوں گی بصورت دیگر مقاصد شریعت (تحفظ دین، تحفظ جان، تحفظ عقل، تحفظ مال اور تحفظ نسل) کی پاسداری نہیں ہو پائے گی، جس کے نتیجہ میں آسانی کی بجائے حرج و تنگی بر قرار رہیں گے، جو اسلام کے متقاضیات میں سے نہیں ہے۔ یقیناً اجتہاد اسلام کا ایک ایسا اصول ہے جو ہر زمانہ و مکان کے لیے تحفۂ خداوندی ہے۔

اجتہاد کی ضرورت و اہمیت کو احاطہ تحریر میں اس لیے لایا گیا ہے۔ تاکہ معلوم کیا جا سکے کہ اجتہاد ہمارے لیے کتنا اہم و ضروری ہے، اور ہمارے معاشرے میں کس قدر کردار کا حامل ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اجتہاد کے سوائے حالات و زمانہ میں داخل ہونا بے سروسامان، سفر کے مترادف ہے۔ اس لیے اجتہاد سے دامن چھوڑانے میں ہمارا اپنا ہی نقصان ہے۔ نیز اجتہاد کی ضرورت و اہمیت سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اجتہاد کے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ اس لیے ضروری س ہے کہ اجتہاد میں حائل ایسی رکاوٹوں کو بیان کر کے ان کا حل بھی پیش کیا جائے اور سدباب بھی کیا جائے جن کی وجہ سے اجتہاد انقطاع کا شکار ہے تاکہ اجتہادی عمل ہر زمانہ و حالات میں تسلسل سے رواں رہے۔

راہ اجتہاد میں حائل رکاوٹیں اور حل کے لیے تجاویز

اجتہاد ایک وسیع و عریض میدان ہے جس کا تعلق عقل و دانش، فہم و فراست اور محنت و مشقت کے ساتھ ہے، میدان اجتہاد میں انسان کی تمام تر طاقتوں اور وسعتوں کا تصرف ہوتا ہے، ذہنی و قلبی اور جسمانی تھکن کو بھول کر ہی اجتہاد ممکن ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو اس کے پیچھے چند رکاوٹیں اور کمزوریاں کار فرما ہو سکتی ہیں:

امت مسلمہ کے لیے نیک شگونی کے تصور کا فقدان

پیش آمدہ مسائل یا ایسے مسائل جن سے امت مسلمہ دوچار ہو، ان کی سہولت و آسانی کے لیے جہاں تک ممکن ہو راہیں تلاش کی جانی چاہیے اور دائرہ تعلیمات اسلامیہ میں رہتے ہوئے حالات و واقعات اور زمانہ کی رعایت میں جہاں تک ممکن ہو تمام معاملات میں آسان راستے کا تعین ہونا چاہیے تاکہ اسلام کی عطا کردہ آسان راہوں کا فہم حاصل ہو اور لوگ مشکلات کی بجائے آسانی کی زندگی گزار سکیں۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو لوگ اسلام کی کامل تعلیمات سے بہرہ ور نہ ہو سکیں گے، چند افراد کے فکری و جسمانی جمود سے پورا مسلم معاشرہ جامد ہو کر رہ جائے گا کیونکہ احوالِ اقوام کا تغیر کے مطابق مسائل کا حل محنت کا تقاضہ کرتا ہے۔ محنت کے بغیر اجتہاد کا تصور ممکن نہیں، اگر محنت نہ ہو گی تو حالات کی تبدیلی کے مطابق آسانی نہیں مل سکیں گی، اپنے معاملات کو خود ہی تبدیل کرنا ہوتا ہے۔

اللہ تعالی نے فرمایا:

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم ۔(۶)

ترجمہ :یقیناً اللہ تعالیٰ اس قوم کو نہیں بدلتا جو خود کو نہیں بدلتے۔

یقیناً عصر حاضر میں مجتہدین کا خلا نظر آرہا ہے، اگر کوئی اجتہادی صلاحیت رکھتا ہے، وہ یا تو آرام پرستی کی وجہ سے مخلوق کو افادیتِ اجتہاد سے محروم رکھے ہوئے ہے یا لوگوں کے لیے نیک شگون ہی نہیں رکھتا ،جس سے وہ مشکلات سے نکل جائیں۔ کیونکہ مجتہد کے سوا کوئی مسائل کو معاشرے کے مطابق حل نہیں کر سکتا مسلمانوں کے لیے نیک شگونی کا تصور جس کے قلب وذہن میں نہیں ہے وہ معاشرے کو تاریکی اور جہالت کا تحفہ دینا چاہتا ہے۔

حل

مجتہد کو چاہیے کہ جمود و تعطل کا کشاف ثابت ہو اور امت مسلمہ کے لیے در پیش مشکل گرہیں کھولے، قرآن و سنت کی روشنی میں تاریک مستقبل میں دیے اور چراغ جلائے،جب تک امت مسلمہ کے لیے نیک شگونی کا تصور مجتہد اپنے من میں اجاگر نہیں کرے گا تب تک جمودیت و تعطلیت درِ جہالت پر ڈیرہ جمائے رکھیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ امت کے لیے آسانی کی راہیں ہموار کی اور حیات طیبہ امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لیے گزاری۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کے بعد

یہ ذمہ داری فقہاء نے بھی نبھائی۔ امام محمد جب امام شافعی کے گھر تشریف لے گئے تو امام شافعی نے ساری رات مصلیٰ پر قیام کیا اور امام محمد بستر سے اپنے سر کو ڈھانپ کر لیٹے رہے امام شافعی نے پوچھا استاد محترم آپ نے ساری رات نیند میں گزار دی تو امام محمد نے فرمایا آپ اپنی آخرت سنوارنے کے لیے مصلیٰ کی زینت بنے رہے لیکن میں امت مسلمہ کی نیک شگونی کا تصور رکھ کر ساری رات قرآن و سنت سے مسائل کا استنباط کرتا رہا، میں نے آج رات تین سو مسائل کا قرآن و سنت سے استنباط کیا ہے۔

یہی وہ فکر ہے جو جمودی و تعطلی کیفیت سے بیگانہ کر کے علمی غوطہ زنی کا درس دیتی ہے۔ جس سے امت مسلمہ کے لیے نیک شگونی کا تصور پروان چڑھتا ہے۔ یہ سوال یقیناً ذہن میں آتا ہے کہ وہ کون سے ایسے مسائل ہیں جن میں اجتہاد کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اس کی ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے:

مسائل کی روشنی میں عصر جدید میں ہوائی جہاز یا طیارہ ایک نیا باب ہے اور سوال یہ ہے کہ جہاز کے مسافر جہاز میں اڑان کے دوران نماز ادا کر سکتے ہیں ؟؟؟ کس طرف منہ کر کے نماز ادا کریں، سورج کی روشنی کے حساب سے اوقات کا تعین کیسے کریں گے، پائلٹ اوقاتِ نماز میں نماز کیسے ادا کرے گا، کیونکہ اگر وہ نماز ادا کرے تو کئی جانوں کے ضیاع کا خدشہ ہے، بتیس ہزار (32000) فٹ کی بلندی زمینی حکم میں آتی ہے ؟؟؟ اس لیے مسافر طیارہ، جنگی طیارہ اور ہیلی کاپٹر میں نماز کے ساتھ ساتھ دیگر فقہی مسائل پر بھی اجتہاد ہونا چاہیے۔ جس طرح مجتہد درپیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتا ہے اسی طرح وہ

جدید پیش آمدہ مسائل پر نظر بھی رکھتا ہے۔ سو مجتہد کے لیے مسائل کی تلاش اور ان کا حل پیش کرنا مشکل یا بعید نہیں ہوتا۔

افراد کا جسمانی راحت کو ترجیح دینا

اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے بعض محققین جو امت محمدیہ کو اجتہاد کے فیضان سے مستفیض نہیں ہونے دیتے، اپنی آسائش و آرام کے سبب محنت و لگن سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں، جسم کو امت مسلمہ کی خاطر تکلیف دینے سے گریزاں ہوتے ہیں حالانکہ ایک جسم کی محنت و مشقت سے کروڑوں افراد استفادہ کر کے آرام کی زندگی گزار سکتے ہیں، معاشرے کا ہر فرد نہ تو مجتہد ہو سکتا ہے نہ اجتہاد میں اتنی محنت و مشقت اٹھا سکتا ہے۔ پورے معاشرے میں چند افراد ہی ایسے ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحتیں ودیعت کی ہوتی ہیں، وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں سے نوازا ہوتا ہے انہیں دن رات کی محنت شاقہ سے عقل و دانش کو خرچ اور جسمانی راحت کو ترک کر کے امت مسلمہ کے لیے جد و جھد کا موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر جدوجہد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے انعام میں فرماتے ہیں:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین ۔(۷)

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے ہماری رضا کی خاطر جد و جہد کی، یقیناً ہم ان کو اپنا راستہ دکھادیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حل

روز مجتہد پیدا نہیں ہوتے علمی عرق ریزیاں ، فقہی غوطہ زنیاں ، طویل عرصہ حیات کی علمی جولانیاں، فن اجتہاد میں محنتیں اور جانفشانیاں کرنے کے بعد ہی ایک تراشا ہوا اجتہادی پھول سامنے آتا ہے اس کی انتھک محنت اسے کبھی بھی سستی و کاہلی کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی۔ مجتہد کو ہمہ وقت سستی و کاہلی سے بچنے کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعاگو رہنا چاہیے ۔ہمیشہ جد و جہد سے ہی نئی چیزیں دریافت ہوتی ہیں۔ جسم کی راحت عارضی اور جانب فنارواں دواں ہے لیکن افکارِ تازہ کا جہاں بہت طویل المیعاد ہے۔

جہانِ تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود

کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا۔

جب تک سستی کو مات نہیں دی جائے گی، اتنی آسانی سے جسم سے نکلنے والی نہیں جذبہ محبت اسلامی وانسانی ہی مجتہد کو چست اور محنتی بنا سکتا ہے کیونکہ مجتہد کے سر پر لیتفقھوا فی الدین کا تاج سجا ہوتا ہے جب تک وہ لینذروا قومھم اذارجعوا کے عملی میدان کا حصہ نہیں بنتا، کبھی کامل انسان متصور نہیں ہو سکتا۔ماضی میں حصولِ اجتہاد کے وقت کی محنت کو پیش نظر رکھے تاکہ مستقبل کے پیش آمدہ مسائل میں سستی و کاہلی اور جسمانی راحت میں مبتلاء نہ ہو، بلکہ وہی جذبہِ ایمانی اس کے سینے میں تروتازہ رہے، جس

کے حصول میں اس نے اپنی زندگی کا وافر حصہ گزار دیا۔ اجتہاد اور جسمانی راحت دو متضاد چیزیں ہیں اور دو متضاد چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ اگر اجتہاد نہیں تو آرام پرستی اور اگر آرام پرستی نہیں تو اجتہاد ہو گا۔ اگر فرد واحد محنت کے سبب ملت کا ستارہ بن جائے تو وہ بھی ایک قوم اور معاشرہ متصور ہوتا ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

کم علمی کا غلبہ

اجتہاد کی راہ میں حائل ایک رکاوٹ کم علمی یا محدود علمی ہے۔ جو شخص اجتہاد کی صلاحیت اور وسیع علمی دامن رکھتا ہے وہ فہم و فراست کو محدود نہیں ہونے دیتا نہ ہی کبھی اجتہاد کا انکاری ہوتا ہے، لیکن وہ شخص جس کا علمی دامن وسعت سے خالی یا محدود ہو وہ تمام اطراف و اکنافِ علم سے بیگانہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فکری یک طرفی اور علمی بیچارگی کے سبب راہ اجتہاد میں رکاوٹ بنتا ہے، ایسے افراد کو مزید تحصیل علم کے لیے کوشاں رہ کر علمی اطراف و اکناف سے واقفیت حاصل کرنی چاہیے یہاں مجھے ایک

واقعہ یاد آرہاہے کہ:

ایک خطیب اپنے جوش خطابت میں ایسی ایسی احادیث کے عدم وجود کے دعوے کر رہا تھا جو صحاح ستہ میں موجود تھیں حتی کے فقہاء میں مشہور تھیں ،اس کے باوجود وہ خطیب دعوی کے ساتھ للکار رہا تھا کہ ان احادیث کا کوئی ثبوت نہیں ہے میں نے کئی کتابیں دیکھیں مگر یہ احادیث کہیں سے نہ مل سکیں یقیناً یہ ناقص علمی کا ایک دعوی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کم علمی وجہالت کے سبب مخاطبین کو بیوقوف اور نااہل قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولکن اکثرھم لا یعلمون ۔(۸)

ترجمہ: اور لیکن ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔

اور فرمایا:

الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون ۔(۹)

ترجمہ :خبر دار وہ بیوقوف ہیں لیکن انہیں علم نہیں ہے۔

ان آیات میں اگرچہ مخاطبین اہل اسلام نہیں مگر اشارۃً کم علمی وجہالت کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

حل

عصر حاضر میں مجتہدین کی قلت، جدید پیش آمدہ مسائل تک رسائی کو مشکل بنا رہی ہے، کئی ایسے مسائل ہیں جن کی تحقیق ہونا ابھی باقی ہے، جو امت مسلمہ کے لیے مشکلات کا باعث ہے، اسلامی تعلیمات میں لوگوں کی عدم دلچسپی یقیناً قرآن و سنت سے دوری کا سبب ہے آج ہر دوسرا شخص یہ سوچ رہا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو ایسے ڈپارٹمنٹ سے وابستہ کریں گے جس سے معاشی صورتِ حال بہتر ہو سکے لیکن یہ بہت کم سوچا جا رہا ہے کہ ہم نے اپنے اولاد کو ملت کے مقدر کا ستارہ بنانا ہے، بہت سے لوگ قرآن و سنت اور اجتہادی صلاحیت سے اس لیے دور نظر آرہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ علوم اسلامیہ کا کوئی سکوپ نہیں، بچہ کیسے اپنا مستقبل بہتر بنا سکے گا لیکن یہ سوچ قاتل ہے، ہمارا معاشرہ اسلامی تعلیمات کا خواہاں ہونا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے علم و حکمت کے ذریعے تاریکی و جہالت میں ڈوبی ہوئی قوم کو روشن و درخشندہ کیا اور ان کو نئی تعلیمات کے ذریعہ تبدیلی کی راہ دکھائی جس سے لاکھوں افراد چند ہی سالوں میں زیور اسلام سے آراستہ ہوئے یہ علم و حکمت ہی ہے جس کے سبب رسول اللہ ﷺ کی وراثتِ علم منتقل ہوتی آرہی ہے۔ خیال رہے اپنی اولاد کے لیے عصری و دنیاوی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات پر بھی زور دینا چاہیے تاکہ ان میں بھی اجتہادی صلاحتیں جنم لے سکیں۔ صفِ علماء میں بھی کئی ایسے ستارے موجود ہیں جو محنت و تحقیق کا دامن نہیں تھامتے اور اجتہادی صلاحیت سے محروم رہتے ہیں۔ آج اکثر علماء جنہوں نے مدارس کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تخصص بھی کیا ہوتا ہے

لیکن مطالعہ میں عدم دلچسپی کے سبب کم علمی و مائیگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ مجتہد کے لیے شروع سے ہی محنت اور محنت میں تسلسل ضروری ہوتا ہے۔ جب تک معاشی فکر کی پریشانی سے ہٹ کر دامنِ علم و حکمت نہیں تھاما جاتا تب تک انسانی افکار تقسیم ہونے سے نہیں بچ سکتے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سخی اور مفکر امیر نہیں ہوتے کیونکہ سخی مال جمع نہیں کرتا اور مفکر مال جمع کر نہیں سکتا۔ جس طرح اجتہادی صلاحیت پیدا کرنے میں مشقت درکار ہوتی ہے اسی طرح اجتہاد کو تسلسلِ مطالعہ سے تر و تازہ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جب تک اس میدان میں کودنے کے لیے صلاحیتیں بروئے کار نہیں لائی جائیں گی تب تک دائرہِ اجتہاد اور نتیجہ فکر خالی ہی نظر آئیں گے۔ اور کم علمی کے غلبہ کا احساس ہوتا رہے گا۔ لیکن جیسے ہی کم علمی کا خاتمہ اور جہالت، علم کی روشنی میں تبدیل ہوتی ہے، ساتھ ہی فکری وسعت کے لیے راہیں کھل جاتی ہیں، جس سے محدود افکار وسیع تر ہو جاتے ہیں۔ کم علمی اور جہالت ہمیشہ کثرت مطالعہ سے ختم ہوتی ہے۔ علمی میدان میں قاری ہی کامیاب ہوتا ہے۔ کتب سے کنارہ کش کبھی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہوتا۔ جب تک علمی کوتاہیاں کمزور نہیں ہوں گی تب تک علم کا حصول ممکن نہیں، اور علم کے حصول کے بغیر اجتہادی مرتبت کا حصول ناممکن ہے۔ اس لیے میدان اجتہاد میں اترنے سے پہلے کم علمی کو شکست دینا ضروری ہے۔

قدامت پسندانہ طرز فکر

ایسے افراد جو قدیم ذہنیت کے سبب کسی بھی نئے اجتہاد کے انکاری، محدود زمانہ افکار کے قیدی ہیں ، فقہی وسعت کے دروازوں پر ڈیرہ جمائے، نہ کسی کو قریب آنے دیتے ہیں، نہ ہی کسی اور جگہ کا انتخاب کرتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ آج فقہ حنفی کی مقبولیت کی بڑی وجہ اس کی اجتہادی وسعت اور حالات وزمانہ کے مطابق ہونا ہے کیونکہ فقہاء احناف نے بہت عرصہ پہلے فرضیہ مسائل پیش کر دیے تھے جن سے آج بھی استفادہ کیا جا رہا ہے لیکن بُعدِ زمانی کی وجہ سے آج ہمارے لیے فقہ حنفی میں تمام مسائل کا حل موجود نہیں ہے۔ اس لیے عصر حاضر کے فقہاء کی ذمہ داری تھی کہ وہ جدید مسائل کو عہد جدید کی روشنی میں حل کرتے، اور قدامت پسندانہ سوچ سے بیگانہ ہو کر مسائل میں استنباط واستخراج کرتے، لیکن افسوس کہ عصر قدیم کے استنباط شدہ مسائل کو عصر حاضر کے زمان ومکان کے لیے ہی کافی سمجھ لیا گیا ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قدیم پیش کردہ حل کو مشعل راہ ضرور بنایا جائے اور آئمہ کے اصول کو ملحوظ رکھا جائے۔ لیکن عصر جدید میں قدیم پیش کردہ حل جو عصر حاضر سے بالکل مختلف ہو اوراس کا اطلاق و انطباق عصر حاضر کے مسائل پر نہ ہو اس پر انحصار کرنا لغو اور بے جا سینہ زوری ہے، جدید تحقیق کرنے والے محقق و مجتہد کے اجتہاد و تحقیق پر اختلافات کی بوچھاڑ کر کے اسے گمراہ و کافر قرار دینا انصاف نہیں، علمی ورثہ ہمیشہ اختلاف کے ذریعہ ہی اکٹھا ہوتا رہا، اسلام میں مجتہد کی اجتہادی خطاء پر پکڑ نہیں کی

گئی اور نہ ہی کسی کو گمراہ و کافر کہا گیا ہے بلکہ اجتہادی خطاء پر اس کی محنت و مشقت کے سبب اجر و ثواب کی نوید اور خوشخبری سنائی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اجتهد فان اصبت فلک عشر حسنات واذا اخطأت فلک حسنة)۔(۱۰)

ترجمہ: آپ اجتہاد کرو اگر صحیح ہوا تو دس نیکیاں اور اگر خطا کی تو ایک نیکی۔

حل

جو لوگ ابتدائی دینی تعلیم کے حصول کی کوشش کرتے ہیں لیکن افکارِ تحقیقیہ اور اجتہاد کے آغاز کے وقت رک کر وسعتِ فکر سے محروم ہو جاتے ہیں، ایسا اکثر ان درسگاہوں میں ہو رہا ہے جہاں کے طالب علم دس سالہ محنت کے بعد مساجد کے انتخاب تک محدود ہو جاتے ہیں اور مطالعہ وسیع نہیں کرتے یا معاشی فکر میں مبتلاء ہو کر حاصل کی ہوئی علمی وارثت کو کھو دیتے ہیں، درس نظامی صلاحیتِ اجتہاد کے حصول کی ابتدائی سیڑھی ہے جس کے بعد اجتہادی صلاحیت بہت جلد پیدا ہو جاتی ہے، درس نظامی مجتہد کے لیے کئی علمی راہیں کھول دیتا ہے، کیونکہ دینی مدارس کی تعلیم انتھک محنت کے بعد حاصل ہوتی ہے، لیکن افسوس کہ اس محنت پر پانی پھیر دیا جاتا ہے۔ میں نے درس گاہوں کا اس لیے ذکر کیا کیونکہ جو اسلامی تعلیم ان درس گاہوں میں حاصل کی جاتی ہے، وہ معیار کہیں اور سے نہیں ملتا۔ لیکن اس معیار کی قیمت کیا لگائی جاتی ہے یہ صورت حال پریشان کن ہے۔ اسی طرح بعض لوگ اجتہادی صلاحیت کا

دعوی رکھتے ہوئے بھی ادلہ شریعہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بھی اجتہاد کو زمانہ قدیم کے ساتھ خاص کر کے خود کو محدود رکھنا چاہتے ہیں اور نئے مسائل پر بات کرنے سے ڈرتے یا غیر مناسب سمجھتے ہیں۔ یاد رکھیں اجتہاد ایک نئی فکر کا نام ہے جب بھی نئی فکر سامنے آئے گی لوگ اعتراض تو کریں گے کیونکہ وہ آپ کی طرح علمی وسعت سے بہرہ ور نہیں ہیں جس کی وجہ سے ان کے اختلاف کی حیثیت و اہمیت وہ نہیں ہوگی ہے جو آپ کی ہے۔ لہٰذا نئے افکار سامنے لانے سے ایک مفکر یا مجتہد کو رد عمل کے خوف سے بالاتر ہونا چاہیے۔ قدامت پرست لوگوں کا نئی فکر کو گمراہی قرار دینا آپ کے نزدیک زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہونا چاہیے، اگر آپ کی نیت خالص ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اجتہاد کو باعث اجر قرار دیا ہے۔ قدامت پرست اشخاص محدود سوچ ہونے کے سبب اجتہاد سے اجنبی ہیں۔اس لیے مجتہد کو اجتہادی کاوش جاری رکھنی چاہیے اور قدامت پسندانہ اشخاص کو وسعتِ مطالعہ کا درس بھی دینا چاہیے۔ تاکہ وہ لوگ جس علمی وراثت سے محرومی کے سبب دائرہ اجتہاد کو سمجھنے سے قاصر ہیں اس سے آگاہی حاصل کر لیں۔

یہی وجہ ہے کہ قدامت پسندانہ طرزِ فکر کا نتیجہ جمود و تعطل ہے۔ عصر حاضر میں پیش آمدہ مسائل کو عصر قدیم کے پیش کردہ حل کی قید کا قیدی کیسے بنایا جاسکتا ہے۔ وہ زمین و زمان، وہ مکین و مکان اور تھے اور آج اور ہیں اس قدر اختلافِ زمان و مکان کے ہوتے ہوئے ان مسائل کو بعینہ عصر حاضر پر منطبق کرنا ناممکن ہے۔ کوئی بھی صاحب عقل و دانش اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ لہٰذا عصر

حاضر کے پیش آمدہ مسائل، عصر قدیم کے استنباط شدہ مسائل سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے جدید تحقیق کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں جن کو جدید زمان و مکان کے تقاضوں کے مطابق حل کرنا علماء وفقہاء کی ذمہ داری ہے۔ اور یہ ذمہ داری ان کو حقیقت پسند ہو کر نبھانی چاہیے اور قدامت پسندانہ طرزِ فکر کو قدیم کر دینا چاہیے۔

منتظمین مدارس سے درخواست

مدارس کا آٹھ یا نو سالہ نصاب اگرچہ قاری و متعلم کو اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ ضروریات دین کو سمجھ سکے لیکن اس کے ذریعے سے رجال کی تیاری نہیں کی جا رہی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ مکمل درس نظامی یا درسیات کے دوران طالب علم کو تحقیقی مقالہ یا اسائنمنٹس نہیں دی جاتیں جو طلبہ میں تحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کر سکیں جب درس نظامی مکمل کیا جاتا ہے تو اس وقت ایک مقالہ دیا جاتا ہے لیکن اس مقالہ کا نگران کون ہوتا ہے اور وہ اصول تحقیق کو کتنا جانتا ہے اور مقالہ نگار کو کس قدر اصول تحقیق سمجھاتا ہے اس بات سے منتظمین اچھی طرح آگاہ ہیں اور بعض اساتذہ جو درس نظامی یا درسیات کی تعلیم دے رہے ہوتے ہیں وہ تعلیمات اجتہاد سے ناواقف ہوتے ہیں اور کئی مدارس میں تحقیقاتی کام کی خوشبو تک نہیں آتی یا تو لائبریری نہیں ہے اگر لائبریری ہے تو طلبہ سے خالی ہے کیونکہ جب ان سے کام لیا ہی نہیں جائے گا تو وہ کیسے تحقیق کر پائیں گے اس لیے منتظمینِ جامعات و مدارس کو چاہیے کہ وہ محققین پیدا کرنے کے لیے طلبہ کو منہج و اسلوبِ تحقیق سکھائیں اکثر مدارس کے مکمل نصاب میں ایک بھی جدید

اصول تحقیق پر کتاب شامل نہیں حالانکہ تمام قدیم محققین مدارس سے ہی مستفید و مستفیض ہیں۔ غزالی و رازی اور کشاف و تفتازانی مدارس کے ہی طلبہ تھے جنہوں نے تحقیق کی راہیں آسان کیں لیکن افسوس کہ آج نوے فیصد درس نظامی یا درسیات سے سندِ فراغت کی تحصیل کے بعد بھی طلبہ تحقیقی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ یا تو منتظمینِ مدارس راہ اجتہاد سے متفق نہیں یا طلبہ میں صلاحیت پیدا نہیں کرنا چاہتے یا سست روی کا شکار ہیں یا ایسا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور جو تحقیقی میدان میں پیش پیش ہیں یقیناً وہ امت مسلمہ کی علمی خدمت میں مشغول ہیں۔ لہٰذا ان منتظمین مدارس سے درخواست ہے جو ایسی خدمات انجام نہیں دے رہے کہ وہ مدارس میں تحقیقی شعبہ جات، لائبریریوں کا قیام اور محققین اساتذہ کی خدمات کو یقینی بنائیں تاکہ وہ طلبہ جو نو، دس سال علمی عرق ریزیاں کرتے ہیں وہ اس محنت شاقہ کے نتیجہ میں فن تحقیق سے واقفیت حاصل کریں اور افکار کو کھپا کر نئ تحقیقی فکر کو جنم دے سکیں، لیکن ایسا نہ ہونے کی وجہ سے فکرِ قدیم، تحقیقی عدم صلاحیت، اور عصر حاضر سے ناواقفیت کا نتیجہ جمود و تعطل کی صورت میں سامنے آرہا ہے اور محدود فکر سے نئ فکر کو لاحاصل اور لایعنی قرار دیا جارہا ہے جو راہ اجتہاد میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے یہ اس لیے ہے کیوں کہ لاعلمی کی قوت بڑھتی جارہی ہے اور اجتہاد کمزور ہوتا جارہا ہے عوام الناس کی خاطر جو اجتہاد کیا جارہا ہے وہ اس کو ان رکاوٹوں کی وجہ سے قبول کرنے سے قاصر نظر آرہے ہیں۔ فکر قدیم میں جب تک فکر جدید شامل نہیں ہوتی یقیناً فکر جدید، فکر قدیم کی قید کی

قیدی رہے گی اور نئے افکار بے جا حبس کا شکار رہیں گے اور تعلیمات اسلامیہ کی وسعت کو مستقبل کے لیے قفل مقوی لگ جائے گا۔

جس طرح بعض مدارس میں تحقیقی میدان خالی ہے اسی طرح بعض جامعات (یونیورسٹیز) میں بھی تحقیقی کام نام کی حد تک ہے۔ اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کو دیگر جامعات پر اسلامی تحقیق کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے، دیگر کچھ جامعات تحقیق میں کردار ادا کر رہے ہیں لیکن اکثر جامعات میں مجلہ یا ضروری مقالہ جات کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ حالانکہ ان جامعات میں تحقیقی کام سر انجام دینے کے لیے وسائل و ذرائع بھی موجود ہیں اگر باقاعدہ طور پر تحقیقاتی خدمات سر انجام دی جائیں تو بہت سا تحقیقی کام سامنے آسکتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ مقالہ جات بھی صرف مقالہ جات ہی رہ گئے ہیں اکثر مقالہ جات جو ایم۔ فل، حتی کہ بعض پی۔ ایچ ڈی سطح پر لکھے جا رہے ہیں وہ بھی ایسے موضوعات پر مشتمل ہیں جن کی عملی طور پر کوئی اہمیت نہیں، ہمارے خود دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ہی موضوع پر تین مقالہ جات ہیں ایک اردو، ایک عربی اور ایک انگلش میں جو مختلف جامعات میں لکھے گئے ہیں، سب سے پریشان کن بات یہ ہے کہ مقالہ کی سیٹنگ، اور اسلوب تحقیق پر سارا زور لگا دیا جاتا ہے اور موضوع کو بیان کرنے یا فکر جدید لانے کی طرف توجہ نہیں دی جاتی، جامعات میں تحقیق کا معیار انتہائی بلند ہونا چاہیے نیز مقالہ کے موضوع کے انتخاب کے وقت موضوعات پر گہری نظر ہونی چاہیے۔ اگر جامعات میں تحقیق پر محنت کی جائے تو بہت بڑا علمی و تحقیقی خلا پر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جامعات میں ہر شعبہ سے تعلق رکھنے

والے لوگ موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً: انجنیئرز، قانون کے اساتذہ، میڈیکل ڈاکٹرز، ماہرین تاریخ، جدید سائنسی ماہرین اور شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ وغیرہ اگر ان شخصیات کی ایک مجلس شوریٰ تشکیل دی جائے اور ان حضرات سے وابستہ علوم پر گہری نظر سے مسائل کا جائزہ لیا جائے تو اجتماعی اجتہاد کی یہ کاوش انفرادی اجتہاد سے زیادہ اہمیت کی حامل تصور کی جائے گی۔ اور موضوع تحقیق نکھر کر سامنے آجائے گا۔ اس لیے مدارس اور جامعات کو مل کر تحقیق کے فرائض سر انجام دینے چاہیے تاکہ تحقیق و اجتہاد کی راہیں آسان ہو سکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جامعات میں تحقیقی کاوشیں جاری ہیں لیکن تحقیقی کاوشیں جدید مسائل کے حل میں جس طرح کردار ادا کرنا چاہیے نہیں کر رہے۔

جدت پسندانہ طرز فکر

جس طرح قدامت پسندانہ سوچ راہ اجتہاد میں حائل رکاوٹ ہے اسی طرح جدت پسندانہ طرز فکر بھی بہت بڑی رکاوٹ ہے وہ لوگ جو قرآن و سنت اور آئمہ مجتہدین کے اصول و ضوابط سے ہٹ کر ایک نئی راہ اجتہاد کے متلاشی ہیں، وہ اجتہاد کو وقت کی اہم ضرورت کے پیش نظر تمام اصول شرع پر غالب تصور کرتے ہیں یا پھر اجتہاد کے ذریعے ایک نئے اسلام کے خواہاں ہیں اور قرآن و سنت کو عہد قدیم میں تصور کرتے ہیں۔ ایسی سوچ رکھنے والے علماء کو قرآن و سنت اور اسلاف کے اصول و ضوابط کو پیش نظر رکھ کر اجتہاد کا تصور پیش کرنا چاہیے۔ کیونکہ قرآن و سنت اور اسلاف کے وضع کردہ اصول و قوانین سے ہٹ کر اجتہادِ صحیح کا تصور ممکن نہیں۔ جس طرح قدامت پسندانہ طرز فکر رکھنے والے علماء

کے لیے تبدیلیءِ افکار کی ضرورت ہے اسی طرح جدت پسندانہ طرزِ فکر رکھنے والے علماء کو بھی اپنی فکر و سوچ کو بدلنا چاہیے تاکہ اسلام کی اتباع کا محض عقل و دانش پر انحصار نہ رہے بلکہ وحی اصل اور عقل اس کی فرع قرار پائے۔ تاکہ افکار و عقول کے ڈگمگانے کا خدشہ زائل ہو جائے اور اجتہاد کا معیار بر قرار رہے

جس طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کا حکم فرمایا۔ نیز وہ لوگ جو فکرِ جدید کو عصرِ جدید پر سوار کرنے یا فکرِ مصطفوی ﷺ کی جگہ اپنی فکر کو عام کرنے کی ناکام سعی کرنا چاہتے ہیں اور "گر ہوئے بدنام تو کیا نام نہ ہو گا" کا بھوت اپنے سر سوار کر کے نام سنوارنا چاہتے ہیں۔ وہ اسلامی تعلیمات سے بیگانہ پن اختیار کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ ایسا کرنے سے اغیار کی نگاہوں میں انسانی و اسلامی تشخص مجروح ہوتا ہے، سو ایسی سوچ رکھنے والوں کے لیے جداگانہ انداز اپنانا مناسب نہیں۔ بلکہ انہیں اسلامی اصول و قوانین کا دامن چھوڑے بغیر اجتہاد کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ کیونکہ حبِ جاہ بھی ایک ایسا مرض ہے جو انسان کو پریشانی میں مبتلا رکھتا ہے۔ عصرِ حاضر میں ایک ایسی بیماری نے جنم لے لیا ہے جو مریض کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ وہ بیماری اپنی فکر کو عام کرنے کی ہے، جس کے بل بوتے پر علماء و فقہاء، دینی مدارس اور اسلامک ریسرچ سنٹرز کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، حتیٰ کی علماء و فقہاء کو قدیم ملائیت کا ٹائٹل دے کر اپنی پیدا کردہ فکرِ جدید کے لیے راہیں آسان کی جا رہی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نام نہاد جدید مفکرین حب جاہ کے منصب پر اس قدر فائز ہو چکے ہیں کہ قرآن کریم کو کتابِ آخرت قرار دے کر قرآنی اصول سے آزاد ہونا چاہتے ہیں تاکہ ان کی کھلی

گمراہ فکر کے آگے کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکے، کاش اتنا ہی سوچ لیا جائے تو کافی ہے کہ قرآن کریم کو ہر زمانہ و مکان کے لیے راہنما قرار دے کر ہی اجتہاد کا جواز ہو سکتا ہے بصورت دیگر اجتہاد کا دروازہ بند ہو گا۔

حل

کوئی بھی نئی فکر اپنانے سے پہلے اسلامی تعلیمات "قرآن وسنت، اجماع، قیاس، تاریخ الاسلام اور اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور اسلاف" سے آگاہی ہونی چاہیے۔ کیونکہ بہت سی فکریں پہلے اس میدان میں اپنے آپ کو کھپاتی رہی ہیں، اگر ان کے سامنے ایسی فکر نہ آئی ہو یا اس کا حل نہ پیش ہو سکا ہو تو پھر نئی فکر کو دائرہ اجتہاد میں رہتے ہوئے اپنایا جائے۔ جس نئی فکر میں تعلیمات اسلامیہ کی صورت کی تمسیخ ہو وہ فکر قابل قبول نہیں۔ جب ایسے افکار سامنے لائے جاتے ہیں تو دیگر مفکرین یا اصحابِ فکر و دانش کے فکری میدان میں ہلچل مچ جاتی ہے جس کے نتیجہ میں مفکر تو زیرِ بحث آتا ہی ہے۔ ساتھ ہی اجتہاد کا جھولا جھلانا بھی شروع کر دیا جاتا ہے۔ جس کے کم علم حضرات پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ وہ نئی فکر اور اجتہاد سے ہی کنارہ کش ہوتے نظر آتے ہیں۔ اس عدمِ احتیاط کے سبب اجتہاد اجنبی و بیگانگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کئی ایسے افکار حال ہی میں سننے، دیکھنے اور پڑھنے میں بھی آ رہے ہیں۔ جن میں قرآنی آیت کو سنت و اجماع اور اقوال اسلاف سے بیگانہ کر کے سنایا، دکھایا یا پڑھایا جا رہا ہے۔ الفاظِ قرآن کو عربی و ادبی رنگ چڑھا کر مفہوم کو توڑ موڑ کر بیان کیا جا رہا ہے۔ اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ہم ایک ایسی نئی

فقہ پیش کر رہے ہیں جو مکمل اور عصر حاضر سے ہم آہنگ ہو اور قدیم افکار کی عدم حاجت و ضرورت کے سبب جدید افکار سے آراستہ ہو۔ لیکن افسوس کہ اس فکر جدید کی آڑ میں تعلیمات اسلامیہ کی تمسیخ کی جا رہی ہے۔ اس لیے فکر جدید کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ مکمل طور پر ایسی راہ نکال لی جائے جس میں من مانیاں جنم لینا شروع کر دیں۔ کیونکہ آج کل کے مفکرین مسلکی ربط سے کم ہی خالی ہیں۔ سو اس طریقہ سے فکرِ جدید کو پیش کرنا یقیناً اجتہاد اور فکرِ جدید کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ مجتہد یا مفکر جب تک مکمل تعلیمات کا جائزہ نہ لے لے تب تک فکر جدید سے کنارہ کشی اختیار کرے اور جب پیش کرے تو کم از کم ایسی فکر ہو جس سے اسلامی تعلیمات کی تمسیخ نہ ہو۔

فکری و مسلکی اختلاف و انتشار

اجتہاد کی راہ میں ایک بہت بڑی رکاوٹ فکری و مسلکی اختلاف و انتشار بھی ہے کیونکہ کچھ مسالک کے افراد اجتہاد کے اصول شرع ہونے کا انکار کرتے ہیں اور کچھ جاء قرار دیتے ہیں، مسلکی و فکری اختلافات و انتشار اس حد تک اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے کہ تقریباً ہر فرد اس میں مبتلاء ہوتا نظر آرہا ہے اور نہ صرف اختلاف و انتشار ہے بلکہ حد درجہ کی شدت بھی پائی جاتی ہے، ایک ہی گھر میں تین تین مسالک کے پیروکار ملتے ہیں جو اپنے راہنماؤں کے طرز فکر کے اس طرح پیروکار بن چکے ہیں کہ کسی دوسرے نظریہ و فکر کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اختلاف ایک رحمت ہے مگر اختلاف کی وجہ سے اصول شرع کا انکار ہی کر دینا کہاں کا انصاف ہے مسلکی شدت و محدودیت کسی

مرض اور آزمائش سے کم نہیں ہے، ان تمام تر وطائر و طرق اور اختلافات و انتشارات کی وجہ سے علماء و عوام کسی دوسرے مجتہد کے اجتہاد پر عمل تو دور کی بات اس کو اجتہاد تسلیم کرنے سے ہی معذرت کرتے نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے دائرہ اجتہاد تحدید کا شکار ہوتا جارہا ہے۔

کسی بھی کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے ہی تحقیق کر لی جاتی ہے کہ یہ کتاب کس مسلک کے آدمی کی ہے اگر کسی اور مسلک کی ہے تو پھر اس کتاب کو حوالہ ءِ مکتبہ یا لائبریری کر دیا جائے کیونکہ یہ ہمارے پڑھنے والی نہیں ہے۔

حل

جو قوم بھی مسلکی اختلاف و انتشار کا شکار ہو جاتی ہے وہ یقیناً امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کا بیڑہ اٹھا لیتی ہے اختلاف امت سے مراد یہ ہر گز نہیں ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھنا گوارہ نہ کریں، کفر و شرک کے فتوے لگائیں، لڑائی، جھگڑے، فتنے و فسادات کا بازار گرم کر لیں، ایک دوسرے کو ناپاک سمجھ کر مساجد سے نکال دیں، اختلافات کو ذاتی رنگ دے کر دشمنی مول لیں اور یہود و نصاریٰ کے لیے اپنے ہی صحن سے راستے آسان کر دیں۔ اس فکری و جسمانی اختلافی کشمکش میں ہر دوسرا مسلمان پریشان نظر آرہا ہے۔ افکار مسلمین کی دھجیاں بکھیری جارہی ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے یہود و نصاری اور کفار و مشرکین کا فکری و جسمانی مقابلہ آج وہ اپنے ہی بھائیوں کی مقابلہ بازی میں مصروف و مشغول ہیں۔ یہ شیطانی و طاغوتی، سامراجی و جالوتی، نمرودی و فرعونی طاقتوں کا لگایا ہوا اختلافی انبار نہ جانے مسلمانوں

کے گلے کیوں پڑھ گیا جس سے وہ آپس میں ہی تقسیم ہوتے چلے گئے، علمی و فکری اختلاف ہمیشہ رہا لیکن وہ اختلاف اس نوعیت کا نہیں تھا بلکہ اس اختلاف کا تعلق صرف دلائل و استنباط کے ساتھ تھا ذاتی اَنا کے ساتھ نہ تھا۔ اختلاف امت رحمت ہے مگر اختلافِ وحدتِ امت زحمت ہے۔ آج اگر ایک شخص دائرہ اجتہاد میں رہ کر اجتہاد کرتا بھی ہے تو اسے کسی مسلک کی نظر کر کے مذاق بنادیا جاتا ہے۔ ایسا ہونے کو ملتا ہی نہیں کہ ایک شخص کے اجتہاد کو اہمیت دے کر قابل نفاذ کر دیا جائے بلکہ اس کا منفی رد عمل دے کر اپنے مسلک کی ترجیح کی خاطر ھبا منثورا قرار دے دیا جاتا ہے۔ جس کے سبب لوگ کسی اجتہاد کے طالب و مشتاق نہیں رہتے نہ وہ جن کے لیے اجتہاد کیا جارہا ہے اور نہ ہی وہ جو اجتہادی کاوش میں مصروف ہوں۔ اس لیے مسلکی اختلاف و تصادم کی کشمکش سے بیگانہ، مصادرِ اصلیہ کو مرکز و محور، اسلامی تعلیمات کے وقار وعزت اور مقام و مرتبہ کا احترام کرتے ہوئے راہ اجتہاد کو اپنایا جائے۔ اسلاف کی لڑی میں پروئے ہوئے کتنے ہی مجتہدین ہیں جو کبھی بھی راہِ تصادم کے معاون نہیں رہے ایک دو صدی قبل تک جتنے بھی علمی اختلافات ہوئے وہ امت کے لیے رحمت ثابت ہوئے اور انہوں نے امت مسلمہ کی شیرازہ بندی کی لیکن آج کے اختلافات نے شیرازہِ امت بکھیر کر رکھ دیا اور درس محبت و اخوت کو کچل دیا۔ جن ناموں سے آج مسلکی فضا پورے عروج پر ہے ان سے تو سو سال قبل شاید اسلامی تاریخ ناواقف تھی۔ میں یہ باتیں اس لیے نہیں کر رہا کہ کسی مسلک کے عوام کو دکھ دوں میں تو اس دکھ کی بات کر رہا ہوں جو دامنِ اسلام کو کمزور کر رہا ہے اور معزز مسلمانوں کو زوال و انحطاط کی طرف لے جارہا ہے۔ جب تک مسلکی

تصادم کی کشمکش ہے، اسلام کا علمی و فکری دفاع ناممکن ہے ،یہود و نصاریٰ آزاد اور روشن خیالی کا نعرہ لگا کر ہماری جڑوں کو کھوکھلا کرنے میں شب ر روز کی محنت شاقہ سے کوئی قصر نہیں اٹھا رہے۔ اگر آج ہماری نوکِ قلم کا نشانہ مسلمان نہ ہوتے تو یہود و نصاریٰ کی یہ ہرزہ سرائیاں کسی کام کی نہ ہوتیں اور تاریخ اسلام پر قلم اٹھانے کی کسی کی جرأت نہ ہوتی۔

امت مسلمہ سے درخواست

جب ہمارا چلن براہیمی ہو گا، بازوؤں میں زور موسوی ہو گا، اجساد میں روح مصطفوی ﷺ ہو گی تو پھر کوئی نمرودیت ، فرعونیت اور ابو جہلیت و لہبیت کچھ نہ بیگاڑ سکے گی۔ آؤ! آج اسلامی غیرت و حمیت کی چشمان خوابیدہ کھولیں اور امر جاہلیت ، شیطانی ،طاغوتی اور سامراجی طاقتوں کو پاش پاش کر ڈالیں، اپنی عفت و عصمت اور عظمت کو قصہ پارینہ ہونے سے بچالیں۔ لسانی ،قبائلی اور نسلی تصورات کو کچل کر تقوی و اخلاص، اخوت و محبت اور للّٰہیت کا بیج بو دیں۔ امت مسلمہ کی وحدت کو انتشار و افتراق اور تضحیک و رسوائی سے بچا کر ایسی شیرازہ بندی کی جائے جس سے پوری امت مسلمہ یک جان و قالب نظر آئے اتحاد و یگانگت کی فضا کو دیکھتے ہی کفر کے پاؤں سے زمین نکل جائے گی آج کفر کا نظر آتا بہادرانہ انداز صرف مسلمانوں کی ٹوٹ پھوٹ کے سبب سے ہے ورنہ اصحابِ کفر کی اتنی ہمت کہاں کہ وہ دینِ اسلام کے جذبہ سے سرشار مسلمانوں کا مقابلہ کر سکیں، کفر کی سب سے کامیاب چالا کی اہلیانِ اسلام کو فرقہ وارانہ دلدل میں دھکیلنا ہے تاکہ مسلمانوں کے پاس کفر سے لڑائی کا وقت ہی

نہ ہو وہ خود ہی آپس میں لڑ جھگڑ کر تھک جائیں۔ آج کفر کے داؤو فریب کو سمجھنا ہماری ذمہ داری ہے، کفر جس انداز سے اپنا کام کر رہا ہے اور جو ہمیں کرنا ہے، چند الفاظ میں درج ذیل ہے:

بنام اہلیانِ اسلام

ہو تلاش کس منہ سے تیرے لہو کا نشان

حجاب قاتل نے چہرے پہ لگا رکھا ہے

خود ہی قاتل ہم خود ہی مقتول ٹھہرے

دشمنی کا عجب ڈرامہ رچا رکھا ہے

اخوت وچاہت اور الفت و وحدت

درسِ محبت کا تماشہ بنا رکھا ہے

در پردہ ہے شہر کفر ہی مقتلِ مسلم

دوستی کا بس بہانہ بنا رکھا ہے

ارے ایک ہوں مسلم، تو ہو شناسائی

کفر نے کتنا ہنگامہ مچا رکھا ہے

ملت کی ہو کہ رہے گی شیرازہ بندی ندیم

اٹل ہم نے یہ منصوبہ بنا رکھا ہے۔

اصحاب مدارس سے التماس

بعض مدارس کی تعلیم وتربیت سے لوگ آگاہ ہیں جس قدر ذہن سازی کر کے انہیں مسلمان بنانے کی بجائے مذہبی تصادم کی کشمکش میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ طالب علم کے لیے جس عمر میں حصولِ تعلیم کی خاطر مدرسہ کا انتخاب کیا جاتا ہے، وہ ذہن سازی کی عمر ہوتی ہے، اگر مسلکی لڑائی میں دھکیلنے کی بجائے علوم اسلامیہ، علوم عصریہ کی صحیح تعلیم فراہم کی جائے تو طالب علم صاحب نظر بن سکتا ہے نیز معاشرے کو سمجھ کر تحقیق کی راہوں سے واقف ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مدارس علوم دینیہ کا منبع و مرجع رہے ہیں، مدارس میں علم نبوی ﷺ کی وراثت تقسیم کی جاتی رہی ہے، اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو مدارس اسلام کے عظیم الشان قلعہ جات ہیں۔ لیکن افسوس کہ اس بات کو ترجیح نہیں دی جاتی اور اسلام کے عظیم الشان قلعوں کو مسالک کے مسائل کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے، میرا مقصد مدارس کی کردار کشی نہیں حقیقت حال سے آگاہی اور اس کا حل پیش کرنا ہے۔ تا کہ منتظمین مدارس اپنے افکار کو علوم کی طرف کھپائیں نہ کہ مسالک کی خاطر ایڑھیاں رگڑی جائیں، بلکہ اتفاق واتحاد کا درس دیا جائے، اتحاد بین المسلمین پر سیمینار اور کانفرنسز کا اہتمام وانصرام کیا جائے۔ اگر کفر ملتِ واحدہ ہو سکتا ہے تو مسلمانوں کو یک جان و

قالب ہونے میں کیا حرج ہے۔ ایسی صورت حال پیدا کی جائے جس سے مسلکی لڑائیوں کا تصور ہی ختم کیا جائے۔ مسالک کی لڑائی کیسے ختم کی جاسکتی ہے میں اس کی دو مثالیں پیش کرتا ہوں:

۱۔ مختلف مکتبہ فکر کے علماء کی اس مسئلہ پر بحث چھڑی رہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جزئی علم غیب ہے یا کلی، اس بحث میں پڑھنے کا آج تک کسی کو فائدہ نہیں ہوا ہاں لڑایاں ضرور ہوئی ہیں لیکن اگر تمام علماء اس بات پر جمع ہو جائیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اتنا علم ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے نہ کلی کا ذکر ہو اور نہ جزئی کا رہی یہ بات کہ حضور ﷺ کے پاس کتنا علم ہے تو اس کا جواب اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی بہتر جانیں۔

۲۔ اس بات پر کئی مناظرے ہوئے کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں یا مردہ (نقل کفر کفر نہ باشد)، اس بحث سے بھی آج تک کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوسکا لیکن اگر تمام علماء کرام اس بات پر متفق ہو جائیں کہ انبیاء اپنی حیات برزخی کے مطابق زندگی گذار رہے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان پر دیکھا اور انہوں نے ابن صالح اور نبی صالح کہا اسی طرح دیگر انبیاء کے ساتھ معراج کے وقت آسمانوں پر ملاقاتیں ہوئیں، اب وہ انبیاء و رسل کیسے پہنچے کیسے ملاقتیں ہوئیں جب کہ وہ عہد رسول اللہ ﷺ کا عہد تھا جو تمام انبیاء کرام کے بعد تھا، یہ آسمانوں کی ملاقات کا واقعہ امام بخاری نے، صحیح بخاری میں روایت کیا۔ لہذا اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء کرام حیات برزخی کے مطابق اپنی زندگیاں گذار رہے ہیں تو اختلاف ختم ہو سکتا ہے۔

حاکم وقت سے درخواست

امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا: جمعہ شہر میں ہو اور خطبہ حاکم وقت دے۔
امام اعظم ابو حنیفہ جو فقہ حنفی کے بانی ہیں آج ان ہی کے قرآن و سنت سے اخذ کردہ اصول ہماری عدالتوں کا زیور ہیں ان کے اس فرمان کو کیسے مملکت اسلامیہ پاکستان میں نافذ کیا جاسکتا ہے اور اس فرمان کے تحت کیسے فرقہ وارانہ ماحول کی حوصلہ شکنی کی جاسکتی ہے اس سوال کا جواب درج ذیل ہے:

عصر حاضر جدید آلات کی دنیا کا نام ہے ذرائع و ابلاغ اتنے چست رو ہو چکے ہیں کہ ایک انسان پل بھر میں پوری دنیا تک اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے سست اسفار، خطوط و تار کا یہ دور نہیں رہا، آج تو ایک سیکنڈ میں میسج دنیا کے کسی بھی کونے میں پہنچا دیا جاتا ہے پوری دنیا گلوبل ویلج نہیں بلکہ گلوبل روم بن چکی ہے ایک کمرے میں بیٹھو اور پوری دنیا کا نظارا کرو، پوری دنیا کی خبریں سنو، پوری دنیا سے باتیں کرو، بقا و فنا کے مسائل چند منٹوں کی بات رہ گئی ہے، آسمانی خلائی اسفار نے دنیا کو قریب تر کر دیا ہے ایک انسان پوری دنیا کا سفر بآسانی کر سکتا ہے، ذرائع و ابلاغ اس قدر چست رو ہو چکے ہیں اور آنے والے سال تو انسانوں کی اڑان، اور دنیا چار دیواری کی مثل ہوتی نظر آرہی ہے، مستقبل قریب میں ہی کسی ملک و قوم کو تباہ کرنا پل بھر کی بات ہو گی، آج جہاں گھنٹوں کا سفر ہے، مستقبل قریب میں منٹوں کا سفر ہو جائے گا، مملکت پاکستان میں ایسے ذرائع و ابلاغ موجود ہیں جو گلوبل روم کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں، آج تو میڈیا کا دور تسلیم کیا جارہا ہے، میڈیا اپنے فن سے لوگوں کے دل جیت رہا ہے اور پوری انسانیت کو اپنی طرف متوجہ

کیے ہوئے ہے۔ اس لیے امام ابو حنیفہ کے اس فرمان پر عمل بآسانی چند وجوہات کی بنا پر کیا جا سکتا ہے جس سے مملکت اسلامیہ فرقہ وارانہ مصیبتوں سے نجات حاصل کر لے گی:

1۔ جمعہ کی ادائیگی کے لیے چھوٹی جگہوں کی بجائے بڑی جگہ کا انتخاب کیا جائے اور خطبہ ءِ جمعہ کے لیے ایسے علماء منتخب کیے جائیں جو معتدل مزاج، علوم اسلامیہ کے حقیقی وارث اور فرقہ وارانہ ماحول کو ناپسند کرتے ہوں۔ ایسا کرنے سے نہ صرف قوم بکھرنے سے بچ جائے گی بلکہ فرقہ پرستی کے مسائل کی دلدل سے نکل کر علوم اسلامیہ کی حقیقی روح تک جا پہنچے گی۔ آج لوگ فرقہ وارانہ مسائل پر کتابیں لکھ کر اسلام کی خدمت نہیں کر رہے بلکہ مسلمانوں کی مسلمانوں سے لڑائی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں مسالک کی لڑائی ہمیں دفاع دشمنانِ اسلام سے بیگانہ کر رہی ہے۔اسی لڑائی نے ہمیں یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی علمی منڈیوں سے دور کر دیا ہے، ان کے باطل افکار کے رد کی بجائے ہم ایک دوسرے کا رد کر رہے ہیں، دشمن ہمارا تماشہ دیکھ رہا ہے۔ اور ہم تماشہ بن کر اسلام کو کمزور کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ جب ورکر یا رکن کمزور ہو تو تنظیمیں طاقت ور نہیں ہوا کرتیں، ہر کلمہ گو مسلمان جس نے اسلام کی خدمت کے لیے اللہ و رسول ﷺ سے عہد کیا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی خدمات کو سر انجام دینے میں اہم کردار ادا کرے۔ ہماری فکری لڑائیاں ہمیں کمزور سے کمزور تر کر رہی ہیں۔ 1440ء میں گٹن برگ کا چھاپہ خانہ مغرب کے عروج کا پہلا مرکز اور مسلمانوں کے زوال کی پہلی سیڑھی بنی۔ اس علمی چھاپہ خانہ سے ہی مغرب کا عروج اور مسلمانوں کا زوال شروع ہوا۔ گٹن برگ نے

مسلمانوں کی ذلت ورسوائی اور مغرب کے عروج کا سبب کتابوں کے چھاپہ خانہ کو قرار دیا اور آج مغرب کا عروج اسی چھاپہ خانہ کی وجہ سے ہے کیونکہ مغرب نے اس کے بعد علمی کاوشیں جاری رکھیں اور آپس کی لڑائی سے کنارہ کشی اختیار کی، آج مستشرقین کی علمی ترقیاں اسلامی تعلیمات کے خلاف پورے عروج پر نظر آرہی ہیں۔ لیکن کون ہے جو فرقہ پرستی کے مسائل سے کنارہ کشی کرکے مستشرقین کی علمی خیانت کا سدباب کرے یہ سارادکھ اس لیے بانٹا جارہا ہے کہ ہماری توجہ کے منتظر اور بھی بہت سے اسلامی امور و معاملات ہیں، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مسلکی اختلافی مسائل سے ہم اور کون سا عرق نکالنا چاہتے ہیں۔ ایک سو سال سے مسلمان مسلکی جنگ کو فکری و نظریاتی جنگ بنا کر افکار کو بے جا کھپا رہے ہیں، اپنی سوچ کی وسعت کو اسلامی دفاع میں کھپانا چاہیے نہ کہ مسلمانوں کو نشانہ بنا کر ضائع کرنا چاہیے۔

2۔ ہر مسجد میں یا تو پروجیکٹر لگا دیا جائے تا کہ حاکم وقت یا حاکم وقت کا منتخب کردہ ایک ہی خطیب گورنمنٹ یا پڑھی لکھی اسلامی نظریاتی کونسل سے پاس کردہ خطبہ دے اور آئمہ مساجد بعد میں عربی میں خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ ادا کروائیں۔

نماز کے لیے امام کا ہونا ضروری ہے خطاب جمعہ کے لیے امام کی موجودگی شرط نہیں ہے۔ اور مساجد میں خطاب کے وقت پروجیکٹر لگانا منہیات شرعیہ میں سے نہیں ہے مستقبل قریب میں مساجد میں پروجیکٹر کا استعمال عام ہو جائے گا اگر جلد اسکا نفاذ ہو جائے تو آسانی کی راہیں ہموار ہو جائیں

گی۔ پھر پورے معاشرے میں ایک ہی فکر گردش کرے گی جو اختلافی تصادم کی کشمکش سے نجات دہندہ ثابت ہو گی۔

3۔ تمام فرقہ وارانہ لٹریچر پر پابندی عائد کی جائے جو شائع ہو چکا اس کی خرید و فروخت بند کر دی جائے اور جو شائع ہو رہا ہے یا ہونے والا ہے اس کو روک دیا جائے۔ جب تک مسلمان اس کھپت سے نہیں نکلیں گے وہ افکار و اجتہاد کی دنیا میں کبھی قدم نہیں رکھ سکیں گے۔

میری ان باتوں سے کچھ لوگ اختلاف ضرور کریں گے لیکن ان کو ٹھنڈے دماغ سے سوچنا ہو گا کہ اب ہمیں محدود فکر سے گریزاں ہو کر اسلام کے دفاع کی خاطر اس لگی ہوئی مسلکی آگ کو بجھانے میں کردار ادا کرنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا آج ہم غلامی کی زندگی بسر نہیں کر رہے؟ کیا آج ہمارے مدارس اربابِ اِختیار یا عام مسلمانوں کے بچوں سے بھرے پڑے ہیں؟؟؟ کیا لوگ مغربی تعلیمات کے دلدادہ ہوتے جا رہے ہیں آخر کیوں؟؟ کیا ہم افکار کو مسلکی رنگ چڑھا کر حقیقی اسلامی تعلیمات کو بیگانہ تو نہیں کر رہے؟؟ پہلے مسلمان ممالک آپس کے اختلافات کی آڑ میں لڑتے رہے اور لاکھوں مسلمان شہید ہوتے رہے، اب مسلم ممالک کی لڑائیوں کے ساتھ مسلکی لڑائیوں کی وجہ سے ہم افکار اور اجسام دونوں کی جنگ میں مبتلا ہیں۔ ان خرابیوں کا سدباب اور کمزوریوں کی حوصلہ شکنی اگر افراد کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے تو اب گورنمنٹ کو اپنی ذمہ داری نبھانی ہے اور ایسے تمام مسائل جو افکار کی تباہی کا سبب ہیں ان کو اتحادِ

امت اور اخوت و محبت میں تبدیل کرنا ہو گا۔اس میں جتنی دیر کی جائے گی اتنا مشکل ہو تا چلا جائے گا اور اتنا ہی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

"4۔ اگر فوری ایسا ممکن نہ ہو تو کم از کم گورنمنٹ کی طرف سے ایک تحریری بیان جاری ہو جس کو خطباء اپنی مساجد میں پڑھ کر لوگوں کو سنائیں تا کہ لوگ فتنہ وانتشار سے بچ جائیں اور تحقیقی مواد جو تصدیق شدہ ہو اس کو عوام کے سامنے لایا جائے تا کہ ایسے واقعات وروایات کا بھی سد باب ہو سکے جو عوام کو خوش کرنے کے لیے بعض خطباء بیان کرتے ہیں۔ نیز تمام مسلکی اختلافی مسائل محدود ہو کر رہ جائیں اور صحیح علوم اسلامیہ سے واقفیت حاصل ہو جائے۔

حکومتی بے رغبتی راہ اجتہاد میں حائل رکاوٹ

معاشرتی و معاشی اور دیگر نظامِ ریاست کی تنظیم کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے، نیز پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنا، اہم اہم راہیں دریافت کرنا، رعایہ کو سہولیات فراہم کرنا، مشکلات سے دوچار عوام کے لیے آسان راہیں نکالنا حکومتی ذمہ داری ہے، اسلامی حکومت پر یہ بھی لازم وضروری ہے کہ وہ اسلامی قوانین واصول کی پاسداری کرتے ہوئے رعایہ کی آسانی کے لیے ایسی راہوں کا تعین کریں جو اسلامی تعلیمات کے مطابق و موافق ،اور اصول شرع سے مستفاد ہوں، تمام تر حکومتی معاملات میں قرآن وسنت اور اجماع کے بعد اجتہاد کا اہم کردار رہا ہے عہد صدیقی ہو یا فاروقی، عثمانی ہو یا علوی، لیکن

عصرِ حاضر میں اجتہاد: حائل رکاوٹیں اور حل کے لیے تجاویز

شومیءقسمت کہ آج مملکت اسلامیہ میں اجتہاد کو بیگانہ کر دیا گیا ہے نہ توان رجال کی پاسداری کی جاتی ہے اور نہ ہی ایسے رجال کی تیاری کے لیے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے مجتہدین کا ایک بہت بڑا خلا نظر آتا ہے، اس کا سبب حکمرانوں کی علمی اسلامی ہمدردی سے دوری ہے اور اسلامی تعلیمات سے بیگانگی و بے رغبتی ہے۔ کئی ایسے اسباب دیکھنے میں آرہے ہیں جو حکومتی بے رغبتی کو ظاہر کرتے ہیں جس طرح:
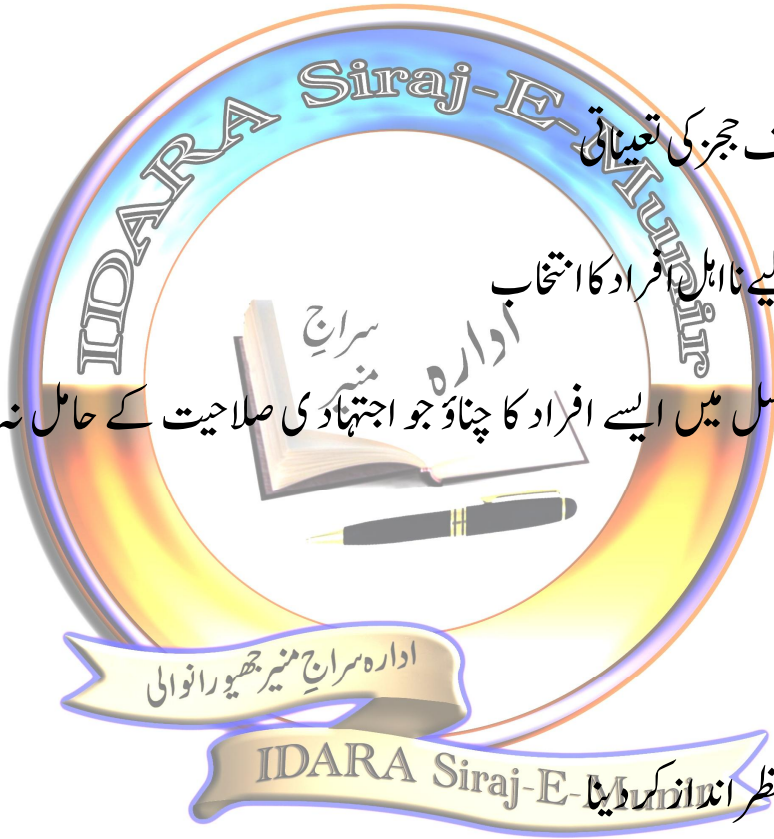
* فقہ اسلامی سے ناواقف ججز کی تعیناتی
* پارلیمانی کمیٹی کے لیے نااہل افراد کا انتخاب
* اسلامی نظریاتی کونسل میں ایسے افراد کا چناؤ جو اجتہادی صلاحیت کے حامل نہ ہوں یعنی سفارشی نظریاتی کونسل۔
* تعلیمی عدمِ دلچسپی
* تعلیماتِ مدارس کو نظر انداز کر دینا
* حکومتی تحقیقاتی اداروں کا فقدان
* محققین و مجتہدین کا عدمِ تحفظ اور مراعات کی عدمِ فراہمی
* علماء کی مشاورتی کمیٹیوں کا معدوم ہونا

* ملکی سطح پر لائبریریوں کی قلت

* سیاسی و مفاداتی رجحان

* عملی بے راہ روی

اگر ان کمزوریوں کو دور کیا جائے تو اجتہاد کی نئی راہیں کھل سکتی ہیں اور رعایہ کے لیے حقوق کی فراہمی کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔

حل

حکومت کو چاہیے کہ مذکورہ بالا کمزوریوں کا سدباب کرنے اور ایسے وسائل قابل عمل بنائے جس سے تحقیق کی راہیں آسان ہو سکیں اور رجال کا فقدان ختم ہو سکے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی کام کا آغاز مشکل ہوتا ہے جس کے لیے کچھ وقت درکار ہوتا ہے لیکن اگر شروع ہی نہ ہو سکے تو وقت کا تعین کیسے ہو گا۔چونکہ گورنمنٹ کے پاس اختیارات اور مالی قوت ہوتی ہے اس لیے ایسے کام کو ترجیحی بنیادوں پر سرانجام دینا چاہیے، تاکہ علمی کمزوریوں کا ازالہ ہو سکے۔ کوئی بھی ملک اس وقت تک معاشی و معاشرتی بدحالی سے نہیں نکل سکتا جب تک اس میں رہنے والے لوگ علمی روشنیوں سے وابستہ نہ ہوں جاپان، اور یورپ اپنی علمی اور تحقیقی قوت کے بل بوتے پر آج راج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جن ممالک میں علمی کاوشیں زیادہ ہوتی ہیں وہ ممالک کامیاب ہوتے ہیں اور جہاں جہالت ہو گی وہاں ترقی کی راہیں کبھی

آسان نہ ہوں گی۔ اس لیے حکومت کو ان امور پر غور فکر کر کے عملی جامہ پہنانا چاہیے تا کہ یہ علم کے موتی روشن مستقبل کے لیے چراغِ راہ ثابت ہوں۔

ذیل میں اجتہاد کی اہمیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے چند ایسے مسائل کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں اجتہاد کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔
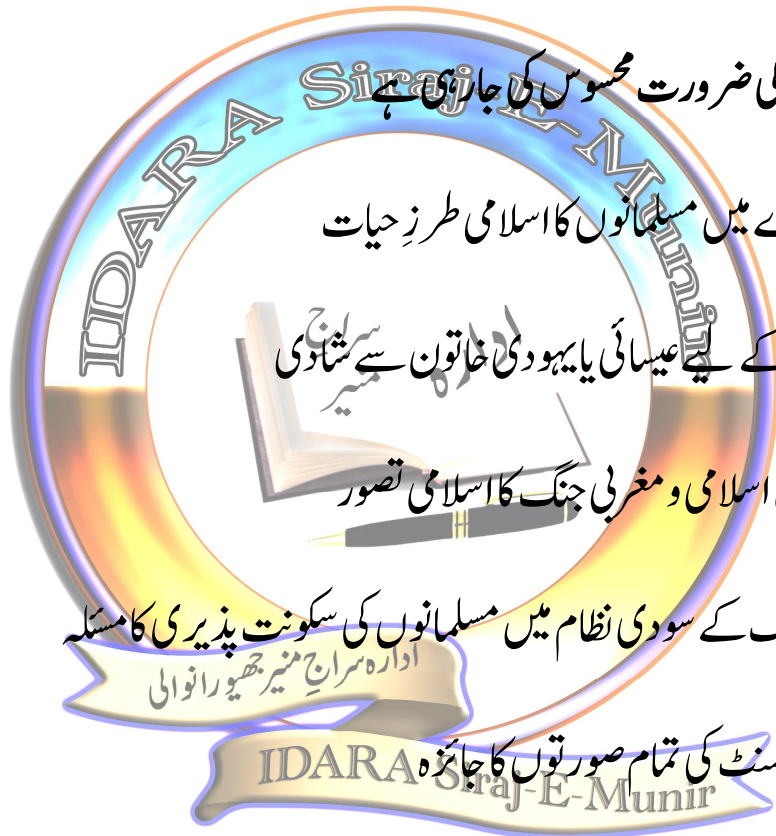
جن مسائل میں اجتہاد کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے

۱۔ جدید مغربی معاشرے میں مسلمانوں کا اسلامی طرزِ حیات

۲۔ نیشنلیٹی کے حصول کے لیے عیسائی یا یہودی خاتون سے شادی

۳۔ جدید اسلحہ سے لیس اسلامی و مغربی جنگ کا اسلامی تصور

۴۔ مغربی و اسلامی ممالک کے سودی نظام میں مسلمانوں کی سکونت پذیری کا مسئلہ

۵۔ عصر حاضر میں انسٹالمنٹ کی تمام صورتوں کا جائزہ

۶۔ آئی ایم۔ ایف سے سود پر قرض لینے کی صورت میں اہلیانِ اسلام کا طرزِ حیات

۷۔ عصر حاضر میں انفرادی و اجتماعی اجتہاد اور اس کے نفاذ میں گورنمنٹ کا کردار

۸۔ موجودہ صورتِ حال میں اسلامی ممالک میں سزاؤں کے نفاذ کا مسئلہ

۹۔ اسلامی ممالک میں پارلیمانی ممبران کے چناؤ کا اسلامی تصور

۱۰۔ اسلامی نظریاتی (اجتہادی) کونسل کے ممبران کے انتخاب کے اصول وضوابط کا تعین

۱۱۔ قانون اسلامی اور آئین پاکستان کی جہات اور ان کے تقابل وتوافق کا از سر نو جائزہ

۱۲۔ اسلامی ممالک کے سربراہان کے استثناء کے شرعی حکم کا جائزہ

۱۳۔ سربراہِ مملکت اسلامیہ یا چیف جسٹس کی اسلامی تعلیمی قابلیت اور پاکستان میں اس کے نفاذ کا مسئلہ

۱۴۔ اسلامی ممالک میں سودی بینکاری نظام میں مسلمانوں کی شمولیت، حلال وحرام کی نوعیتیں اور موجودہ طرزِ حیات میں سود سے بچاؤ کی جامع حکمت عملی

۱۵۔ انٹرنیٹ پر کاروباری معاملات، مبیع کی عدم موجودگی، معاہدات کی حیثیت کا شریعت مطہرہ کی روشنی میں جائزہ۔

ان کے علاوہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن میں اجتہاد کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ جن سے صاحبان علم آگاہی رکھتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

(۱)۔البقرۃ:۲۲۲

(۲)۔احمد بن حنبل،الامام:المسند،دار احیاء تراث العربی،1993ء،۷/۳۷/۲۴

(۳)۔الذاریات:۴۷

(۴)۔الماوردی، علی بن محمد بن محمد البغدادی:النکت والعیون،دار الکتب العلمیۃ۔بیروت۔2010ء، ۴/۱۱۳

(۵)۔الشاطبی،ابراہیم بن موسیٰ:الموافقات،دار ابن عفان،2008ء ۴/۱۰۴

(٦)۔الرعد: ۱۱

(۷)۔العنکبوت: ٦۹

(۸)۔الانعام: ۳۷

(۹)۔البقرۃ:۱۳

(۱۰)۔الطبرانی،سلیمان بن احمد بن ایوب،ابوالقاسم:المعجم الاوسط،دار الکتب العلمیۃ۔بیروت،لبنان،2012ء، ۴/۱۰۳ ،

الطبرانی،سلیمان بن احمد بن ایوب،ابوالقاسم:المعجم الصغیر،دار الکتب العلمیۃ۔بیروت،لبنان، ۱/۱۳۴ ،

مسند احمد بن حنبل ۳٦/۲۳٦
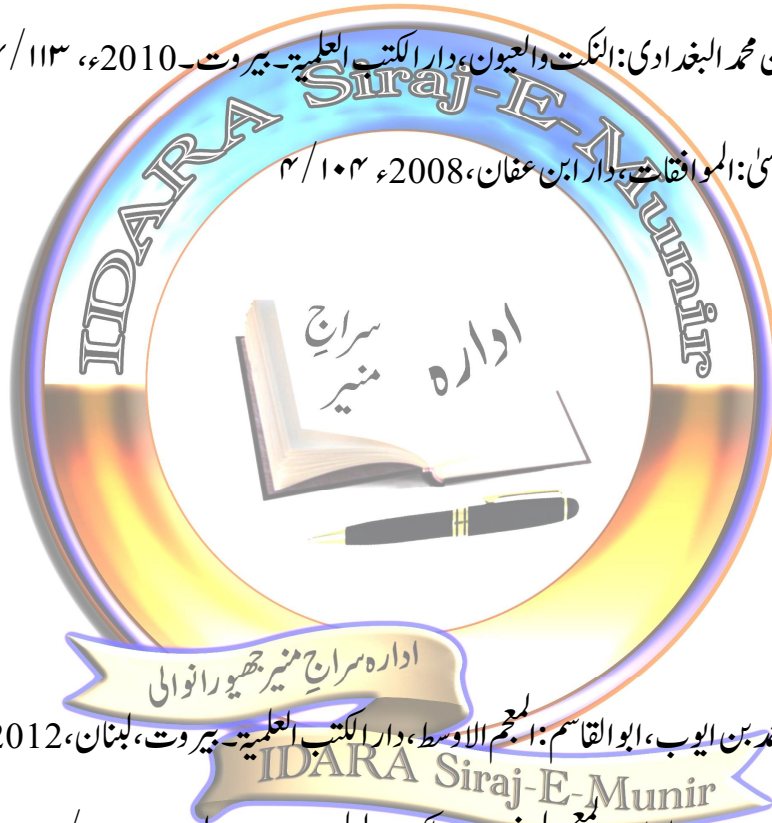
منشور ادارہ سراج منیر

* رجوع الی اللہ * حب رسول کریم ﷺ

* معرفت قرآن کریم * معرفت سیرت و سنت

* اصلاح معاشرہ * خدمتِ اسلام و خلق

پروفیسر ندیم بن صدیق اسلمی کی کتب

١ اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں۔
٢ قرآن اور مخالفینِ قرآن (مستشرقین)
٣ اسلام کا تصورِ اجتہاد
٤ اسلام کا تصورِ اعتکاف
٥ اسلام کا تصورِ وحی
٦ حدیث وسنت بحیثیت قانون و حجت
٧ مقامِ صدیق اکبر بزبانِ حضرت علی حیدر رضی اللہ عنہما
٨ دُررالکلام
٩ اسلام کا تصورِ دعا
١٠ ادارہ سراجِ منیر، منشور و مقاصد (ابتدائیہ)
١١ رسول اللہ ﷺ کے امت پر طبی احسانات
١٢ بڑا دشمن
١٣ قرآن کریم کا اسلوب و نظم
١٤ شریعت، طریقت اور حقیقت
١٥ عصر حاضر میں اجتہاد، حائل رکاوٹیں اور حل کے لیے تجاویز

سراج منیر پبلیکیشنز
(گجرات، پاکستان)